UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222039
UNIVERSAL
LIBRARY

شیطان کا انتقام

دورِ حاضر کے علمی اخلاقی اور سیاسی رجحانات

پر

ایک تیز و تند اور تلخ تبصرہ

از قلم

محمد جلال الدین اشک

بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی (عثمانیہ)

تعارف

دیارِ مغرب کے ایک سوچنے والے نے عقلی اُلجھنوں سے پریشان ہو کر ایک دلچسپ سوال اٹھایا "زندگی کے معنی کیا ہیں ؟" اس سوال کو اس نے ساری دُنیا کے سامنے پیش کیا اور بڑے بڑے لوگوں کے خیالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جو جوابات وصول ہوئے وہ زندگی کی طرح رنگا رنگ تھے۔ ایک طرف ولیم آرکسن نے کہا کہ زندگی ایک آرٹ ہے۔ دوسری طرف برناڈ شا نے جواب دیا "میں کیا جانوں تمھارا سوال خود بے معنی ہے"۔ یم یارے نے استعارہ کی زبان میں زندگی کی ایک کہانی سنائی اور کہا کہ چند انگریز مرد اور خواتین راکٹ میں بیٹھ کے چاند میں پہنچ گئے۔ مگر افسوس ہے کہ واپس نہ آسکے۔ انہیں وہیں رہنا پڑا۔ وہاں کے چند وطن پرستوں نے شاہِ انگلستان کی سالگرہ منائی اور اس کا جامِ صحت تجویز کیا۔ دو سو سال گذر گئے ساتویں پشت کے لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ شاہِ انگلستان دراصل ایک افسانوی نام ہے کوئی ایسا پادشاہ ہماری حفاظت نہیں کر سکتا۔ چند قدامت پرستوں نے جواب دیا۔ "خبردار! تم نے اگر ہمارے دیس کو پادشاہ سے خالی کر دیا جس نے ہمیں سب کچھ دیا ہو تو یاد رکھو کہ چاند کی زندگی میں کوئی لطف نہ رہے گا" معقول لوگوں کی آخر کار بن آئی سبھوں نے بہ یک زبان کہا "لوگ بے چین، انسان تکلیف میں ہیں لیکن ادب نہایت بلند پایہ ہے" ؟ ایک فیلسوف اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا زندگی کے باہر زندگی کو کیوں دیکھتے ہو ؟

زندگی سے متعلق یہی سوال ہے جو میرے دوست کے اس "تیز و تند اور تلخ" تبصرے میں معرضِ بحث میں آیا ہے۔ آجکل کی اُلجھنوں کی دُنیا میں جہاں آلفرڈ نائیز یہ کہتا ہے کہ لوگ علم سے گمراہ ہو کر آدھی سچائیوں کی جنگ میں مبتلا ہیں۔ دوسری طرف اقبال زندگی کو "تلخ تر او نکوتر ست" کا وصف عطا کرتا ہے۔ ہماری وہ زندگی جس سے ہم واقعی

دوچار ہوتی ہیں۔ ایک مجموعۂ اضداد ہے اور ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ جسطرح نظام شمسی اپنے آفتاب اور سیاروں کے ایک خاص بندوبست کے باوجود آہستہ آہستہ آسمانی فضا میں کسی خطرناک سیارے کی طرف بہا جا رہا ہے۔ اسی طرح ہماری تہذیبی زندگی اپنی تمام کیفیتوں کے ساتھ ایک خطرناک منزل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ زندگی کا یہ بہاؤ جو ہماری تصوری دنیا سے بالکل الگ چیز ہے مصنف کے نقطۂ نظر سے دراصل کسی بڑی قوت کے اثر کا نتیجہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہماری تہذیب "شیطان کا انتقام" ہے جو "انسان کے بچوں" کے ہاتھ لیا جا رہا ہے۔

ہمارے سوچنے والے مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان نے اپنی تمام ترقیوں کے باوجود مسرت کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا جو زندگی کا جوہر ہے۔ اس مسرت کو شیطان نے اسطرح چھینا کہ "انسان کے بچوں" کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور وہ اندھوں کی طرح اسکے پس پردہ کارناموں کا شکار ہوتے گئے۔

مشہور جرمن حکیم گوئٹے نے اپنے ڈرامہ فاؤسٹ میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ شیطان یا برائی کی روح دراصل کوئی دوسری چیز یا بیرونی قوت نہیں بلکہ وہ اندرونی جذبۂ ناکامی ہے جو انسان اپنے ہاتھوں آپ پیدا کرتا ہے۔ مصنف مشرق کے مفکر ہیں جہاں مذہب کا اثر بہ نسبت مغرب کے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے انہوں نے شیطان کو برائی کی ایک تیسری قوت تسلیم کرتے ہوئے اسکے زیر اثر موجودہ علم اور تہذیب کی برائیوں کو اس کے انتقام کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ یہ طنزیہ جو مصنف نے پیش کیا ہے انکی فکری اور استخراجی قوتوں کا ایک باکمال نمونہ ہے۔ انہوں نے اس کے ذریعے ایک پیام دیا ہے جو الفاظ میں نہیں اسکے مفہوم اور کیفیت میں چھپا ہوا ہے۔ وہ شیطان کے بھیانک مکان کی کھڑکیوں سے دور خدا کی پاک ہستیوں کی روشنیاں دکھا رہے ہیں۔ وہ گناہ کی دوربین سے نیکی کے سیاروں کا منظر پیش کر رہے ہیں جو لطافت کے آسمان پر گرم سیر ہیں۔ جدید تہذیب ایک فریب ہے اور اسکی برائیاں کھلی ہوئی اور سرسری بھی ہیں۔ مصنف نے یہ بہت اچھا

کیا کہ ان بدیہی تفصیلات کی الجھنوں سے نکلکر جدید آرٹ، علم، سیاسیات، معاشرت اور اخلاق کی ایسی عمیق اور پوشیدہ گمراہیاں اور مضرتیں بیان کیں جو دنیا کیلئے واقعی شیطان کے انتقام سے کم نہیں انہوں نے گھریلو زندگی میں بیوی اور ماں کی بہشتی خوشیوں کی تباہی، معصوم بچوں کی گمراہی کے سامان، علوم و فنون کی غلط رہبری، اور قائدین کا آہنی کرسیوں پر بیٹھکر انسان کے بچوں کی بربادی کے اعلیٰ ترین منصوبے سوچنے کے مناظر ایک خاص انداز بیان کیساتھ دکھائے ہیں وہ ادب اور فکر کے روشن مرقعے ہیں۔

اس سے بڑھکر اور کیا نیکی ہو سکتی ہے کہ اشک نے زندگی کی رنگین نقابیں اٹھا کر یہ بتا دیا ہے کہ یہ نقابیں جن چہروں پر پڑی ہوئی ہیں وہ در اصل خبیث روحوں کے چہرے ہیں جو اپنے چمگادڑ جیسے پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی ہزاروں کی تعداد میں اڑتی رہتی ہیں۔ خوشی اس امر کی ہے کہ فاضل مصنف نے ایسے ضروری لیکن پیچیدہ مسئلے کو جو مدتوں سے ادب کے دریچے بغیر بحث میں آئے پڑا ہوا تھا جدت اور سلیقے کیساتھ پورا کیا۔ کیا میں اپنے تعارف کی تان اس پر نہیں توڑ سکتا کہ "خدائے قدوس کو نیند آگئی" کے جملے سے ابتدا کرتے ہوئے مصنف نے شیطان کی کارفرمائی کا ذکر کیا۔ اور اس سے اپنی نیکی اور نجات کا سامان پیدا کر لیا۔ خدا ہر کسی کو یہ توفیق دے کہ وہ کفر سے اس طرح ایمان کا کام لے — کسی نے سچ کہا ہے —

کافر نہ شدی لذتِ ایماں چہ شناسی ؟

محمد عبد القیوم خان باقی ایم۔ اے (عثمانیہ)
لکچرار شعبۂ اردو کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

ارتسامات

آدم اور شیطان کی دشمنی اتنی پرانی نہیں جتنی کہ دوستی قدیم ہے۔ شیطان نے ابنِ آدم سے اتنا کام نہیں لیا جسقدر کہ خود اولادِ آدم اس سے اور اسکے نام سے کام لیتی ہے ــــ ہر برائی کیلئے، ہر گناہ کیلئے، اپنی ذمہ داری کو منتقل کرنے کے لئے۔

میرے دوست مسٹر اشک نے بھی اسی شیطان کو استعمال کیا ہے لیکن یہ استعمال اچھوتا ہے وہ خوش ہوگا کہ ابنِ آدم نے پہلی دفعہ اپنی ترقیوں ــــ تہذیب، سائنس، فلسفہ، قانون، غرض "علم و عمل" کا تاج اس کے سر پر رکھا۔

آدم کی برتری اس کا "علم" تھا۔ معلم الملکوت نے آدم کی اس بزرگی سے انکار کیا۔ نافرمان ٹھیرا۔ راندۂ درگاہ ہوا۔ اگر میں مسٹر اشک کو ٹھیک طور پر سمجھ سکا ہوں تو شیطان نے بھی آدم کی ترقیوں سے مطابقت پیدا کرلی ہے۔ اب وہ ابنِ آدم کو چھوڑ کر اسکے علم کو اسکی تہذیب کو اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

یہ انتقام مکمل ہو یا نہ ہو، مصنف کی یہ آواز جو شیطان کی زبان سے پوری قوت کیساتھ بلند ہوئی ہے! اولادِ آدم تک پہنچے یا نہ پہنچے، اصلاح کا عمل پورا ہو یا نہ ہو، شیطانی تاجپوشی کی رسم ابنِ آدم ہی کے ہاتھوں ادا ہوگئی ــــ اصلاح کیلئے، نیکی کیلئے، شیطان کا یہ استعمال کیا انوکھا نہیں ؟!؟ ؟؟؟؟

کتاب کے یہ چند اوراق مجھے یقین ہے کہ پڑھنے والے کی دلچسپی کو تمت کے آخری حرف تک برابر قائم رکھیں گے۔

محمد عبدالرحمٰن رئیس (عثمانیہ)
مدیر روزنامہ وقت (دکن)

[illegible]

پیش لفظ

واقعی پڑھنے کے لائق کتاب ہے۔

وہ زمانہ گزر گیا۔ وہ گھڑیاں بیت گئیں، وہ زرّین عہدِ ماضی کے آغوش میں روپوش ہو گیا۔ جب کہ انسان کے دل میں محبت تھی، رحم تھا، امید تھی، ایمان تھا۔ اب اُس کا دل اُن تمام چیزوں سے خالی ہے۔ البتہ اب اُس کے دماغ میں ادب ہے۔ تاریخ ہے، فلسفہ ہے، قانون ہے، سائنس ہے لیکن کیا دماغ کی کامیابیاں ہی سب کچھ ہیں؟ کیا دل کی محرومیاں مطلق لایقِ اعتنا نہیں؟

یہ مختصر سی کتاب ایک مسرت سے محروم دل کی آہِ سرد اور دلدوز چیخ ہے۔ توقع کہ ناظرین اِس کا مطالعہ اسی نقطۂ نظر سے فرمائیں گے۔ اور دماغ کی کامیابیوں پر مسرور ہوتے وقت دل کی محرومیوں پر غور کرنے کے لئے بھی تھوڑا سا وقت نکال لیجئے شاید اس سے نسلِ انسانی کا کچھ بھلا ہو جائے ؎

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہو گا   اور درویش کی صدا کیا ہے

اشک

شیطان کا اِنتقام

حصّہ اوّل

کہتے ہیں کہ جنگِ عظیم کے آغاز کے قبل خداوند قدوس کو نیند آگئی اور وہ عرش سے نیچے اُتر کر گہری نیند سو گیا۔ شیطان علیہ اللعنہ غصے سے تاک میں تھا۔ اس نے موقع غنیمت جانا اور جھٹ ساری کائنات پر حکمران ہو گیا۔ اُس کی حکمرانی کے دوسرے ہی روز جنگِ عظیم کا آغاز ہوا۔ شیطان علیہ اللعنہ انسان سے انتقام لینے کے لئے ہزارہا سال سے بیقرار تھا۔ اُس نے حکمران ہوتے ہی جنگِ عظیم شروع کرا دی۔ عرصہ تک وہ انسان کو خون میں نہاتے دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا لیکن کچھ دنوں کے بعد اُس نے خیال کیا کہ انتقام کا یہ طریقہ فرسودہ سا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ انسان ہلاک ہو گا۔ تو ہلاک ہونا تو اس کی قسمت کا لکھا ہے۔ اگر آج ہلاک نہ ہو گا تو کل ہو گا۔ انتقام کا کوئی ایسا طریقہ سوچنا چاہیئے کہ جس میں کچھ جدت ہو یعنی انسان زندہ تو رہے لیکن زندگی سے مایوس اور بیزار ہو کر۔ اُس نے غور کیا کہ آخر ایسا طریقہ کیا ہو گا۔ سوچتے سوچتے اُس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ انسان کو مسرتوں سے محروم کر کے زندہ رکھنا ہی سب سے بڑا انتقام ہو گا۔ اُس نے خیال کیا کہ انسان جس چیز کے لئے ساری عمر تگ و دو کرتا ہے۔ وہ

مسرت ہے۔ صرف مسرت۔ وہ دیوتاؤں کی پرستش کرتا ہے، تو مسرت کے لئے۔ وہ دولت کماتا ہے تو مسرت کے لئے۔ وہ شہرت اور عزت حاصل کرتا ہے تو مسرت کے لئے۔ غرض وہ جو بھی کام کرتا ہے، صرف مسرت کے لئے کرتا ہے۔ اگر مسرت کو اس سے چھین لیا جائے تو یقیناً برازبردست انتقام ہوگا۔ یہ ممکن ہے کہ انسان کو ہلاک کر دیا جائے۔ لیکن ہلاک ہوتے وقت بھی وہ چند خام خیالیوں کے تحت مسرور وشادمان رہ سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ انسان کو مفلس اور مفلوک الحال بنا دیا جائے۔ مگر افلاس اور فلاکت کے باوجود وہ عشق بازی کرسکتا ہے۔ اور اس طرح مسرت کو کسی نہ کسی شکل میں حاصل کرسکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے ذلیل اور رسوا اور خوار کیا جائے۔ لیکن ذلت اور رسوائی بھی انسان کو بالکلیہ مسرت سے محروم نہیں کرسکتی۔ انسان سے اگر انتقام ہی لینا ہے تو کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیئے کہ اس کا دل مسرتوں سے بالکلیہ محروم ہو جائے۔

شیطان کے ذہن میں جب یہ اوریجنل خیال آیا تو وہ بیحد مسرور ہوا، اور بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ اس کے اس شیطانی قہقہہ کی آواز سے ساری فضا گونج اٹھی اور اقصائے عالم سے تمام خبیث روحیں اس کے حضور میں حاضر ہوئیں۔ کیونکہ شیطان کا یہ عام حکم ہے کہ جب وہ قہقہہ لگائے تو ساری خبیث روحیں فوراً حاضر ہو جائیں۔ ان تمام خبیث روحوں کو دیکھ کر شیطان نے اپنے زانو پر زور سے ہاتھ مارا۔ اور کہا "اے میرے عزیزو! اب میرا انتقام مکمل ہوگا۔ اب انسان کے غرور وپندار کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگا۔ اب وہ میرے قدموں پر گر پڑے گا۔ اور عاجزی سے

میرے آگے ناک رگڑے گا۔ اب اُسے معلوم ہوگا کہ شیطان کا اِنتقام کتنا عظیم اور کیسا خوفناک ہوتا ہے۔ مَیں نے اِنسان سے بدلہ لینے کی ہزارہا ترکیبیں کیں۔ مگر اب جو ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے وہ بالکل اچھوتی ہے۔ ہاں بالکل اچھوتی ہے۔"

شیطان کی یہ دلپذیر تقریر سُن کر ساری خبیث روحیں مسرور ہوگئیں۔ اور اِس عجیب و غریب ترکیب کو سُننے کے لئے ہمہ تن گوش بن گئیں۔ شیطان نے غرور سے اپنا سر اونچا کرکے کہا۔ "اے عزیزو! بتاؤ کہ اِنسان سے اِنتقام لینے کے لئے اُسے کس چیز سے محروم کرنا چاہیئے؟" ایک خبیث رُوح نے جواب دیا۔ "دولت سے۔" شیطان نے کہا۔ "غلط۔" "کیا اِنسان دولت سے محروم رہ کر مسرور اور شادماں نہیں رہ سکتا؟" دوسری خبیث روح نے کہا۔ "حکومت سے۔" شیطان نے کہا۔ "یہ بھی غلط! کیا حکومت سے محرومی مسرت سے محرومی کے مُرادف ہے؟" تیسری خبیث رُوح نے کہا۔ "شہرت اور عزت سے۔" شیطان نے جواب دیا۔ "یہ بھی غلط۔ بالکل غلط! کتنے اِنسان ایسے ہیں جو مشہور اور معزز ہیں۔ لیکن کیا اِس کے باوجود وہ مسرور نہیں؟" یہ سُن کر سب خبیث روحیں حیران ہوگئیں۔ اُن کی سمجھ میں نہ آیا کہ شیطان کے سوال کا کیا جواب دیں۔ شیطان مسکرانے لگا۔ اور کہا۔ اے میرے عزیزو! سنو! میری ترکیب کیا ہے! اِنسان کو مسرت سے محروم کردو۔ ہر چیز کی تمنا وہ مسرت ہی کے لئے کرتا ہے۔ یقین مانو کہ جب مسرت اُس کے دل سے غائب ہوجائے گی تو میرا اِنتقام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔"

یہ عجیب و غریب ترکیب سُن کر تمام خبیث روحیں سرنگوں ہوگئیں۔ اور دست بستہ ہوکر کہنے لگیں "اے آقا! بے شک! یہ ترکیب بالکل اچھوتی ہے۔ مگر اے آقا۔ ہم کس طرح انسان کے دِل کو مسرّتوں سے محروم کرسکتے ہیں"

شیطان نے گرج کر کہا "اے بیوقوفو! سنو۔ انسان حصُول مسرّت کیلئے جو ذریعے اور واسطے تلاش کرتا ہے بس وہی ذریعے اور واسطے تم کو عطا کروں گا۔ تم اُن کی مدد سے نہایت آسانی کے ساتھ انسان کو مسرّتوں سے محروم کرسکتے ہو۔ میں تم کو دولت دیتا ہوں۔ جاؤ۔ عالی شان کوٹھیوں میں رہو۔ شاندار موٹروں میں سیر کرو۔ غریب اور مفلوک الحال انسانوں سے تکبّر اور نخوت سے پیش آؤ۔ اُنکی دِل آزاری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھو۔ اُن کو روپیہ قرض دو۔ اور سُود جتنا جی چاہئے وصول کرو۔ میں دُنیا میں ایسے قوانین نافذ کراؤنگا۔ اور قانون معاہدہ میں ایسی ترمیم کراؤنگا کہ تم بآسانی ایک ہزار قرضہ دے کر دس ہزار وصول کرسکو گے۔ تم کو حق حاصل ہوگا کہ مفلوک الحال انسانوں کو اُن کے مورُوثی مکانات سے بیدخل کردو۔ تم کو حق حاصل ہوگا کہ ایسے ذلیل انسانوں کو قید کرادو۔ اور اُن کے لواحقین کو مسرّتوں سے محروم کردو۔ تم کو بڑی قوّت اور طاقت حاصل ہوگی۔ اگر تم عقل سے کام لوگے تو لاکھوں انسانوں کو بالکلیہ مسرّتوں سے محروم کرسکو گے۔

یہ سُن کر ہزارہا خبیث روحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے اُڑ گئیں لیکن اور لاکھوں روحیں وہاں موجود رہیں۔

شیطان نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "میں تم کو حکومت دیتا ہوں۔ جاؤ دُنیا میں حکومت کرو۔ کروڑوں انسان تمہارے دست نگر رہیں گے۔ اُن کو مسرّتوں سے محروم کرنا تمہارے ایک اشارے پر موقوف ہوگا۔ تم جس کو چاہو گے ذلیل کر سکو گے۔ جس کو چاہو گے تباہ کر سکو گے۔ میں دنیا میں ایسے قواعد وضوابط نافذ کراؤں گا کہ تم آسانی قانون کی پابندی کرتے ہوئے لکھو کھا انسانوں کو مسرّتوں سے محروم کر سکو گے۔ تم کو ایک زہر میں بُجھا ہوا خنجر (جس کا نام اختیار تمیزی ہے) بھی ملے گا۔ اس خنجر سے تم بہت کچھ کام لے سکو گے۔ رخصت نامنظور کر سکو گے۔ راز میں اپنے ماتحتین کی نسبت جو جی چاہے لکھ سکو گے۔ بد دیانت کو متدیّن۔ متدین کو خائن۔ اہل کو نا اہل۔ نا اہل کو اہل بنانا تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگا۔ اگر تم ہمت اور حوصلے سے کام لوگے، تو لکھو کھا انسان مسرّتوں سے بالکلیہ محروم ہو جائیں گے۔ اور میرا انتقام تکمیل کو پہنچے گا۔ جاؤ، اختیار تمیزی کا استعمال بیباکی سے کرو۔ تمہارے ہاتھ میں یہ خنجر ایسا رہے گا کہ اسے تم جس کے دل میں چاہو گے پیوست کر سکو گے۔ اور تم پر کوئی حرف بھی نہ آئے گا۔

یہ سُن کر ہزارہا خبیث روحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پَروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی اُڑ گئیں مگر اب بھی وہاں لکھو کھا روحیں کھڑی رہیں۔

شیطان نے خبیث رُوحوں کے ایک خاص گروہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا "جاؤ، میں تم کو عزت دیتا ہوں۔ بڑی بڑی جاگیریں۔ بڑی بڑی زمینداریاں تم کو ملیں گی۔ تمہاری ٹوپیوں پر طرح طرح کی کلغیاں لگائی جائیں گی۔ تمہارے سینوں پر طرح طرح کے

کے تمغے لٹکائے جائیں گے۔ انسان کو مسرت سے محروم کرنے کی تمہیں بڑی زبردست قوت اور طاقت حاصل ہوگی۔ تم شرابیں پیا کرو۔ جوا کھیلا کرو۔ شب و روز پرائی بہو بیٹیوں کو اپنے گھر ڈال لینے کی فکر میں رہو۔ سارے انسانوں کو ایسی نظروں سے دیکھو کہ گویا وہ تمہارے غلام ہیں۔ اور تم اُن کے ساتھ جو چاہے سلوک کر سکتے ہو۔ تم کو عقل سے کام لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تم کو بے وقوف اور احمق بننا چاہیئے۔ تم میں بیوقوفی اور حمق جتنا ہوگا۔ اُسی قدر انسانیت مسرتوں سے محروم ہوگی۔ اور میرا انتقام درجۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ تم جوا کھیلتے جاؤ اور بیدریغ ہزارہا کی رقمیں ہارتے جاؤ۔ انسان جب دیکھیگا کہ تم چند گھنٹوں میں اتنی رقم ہار جاتے ہو۔ جس سے وہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی سال بھر تک بخوبی پرورش کر سکتا تھا۔ تو اُس کا خون کھولنے لگے گا' اور مسرت اُس کے دل سے اس طرح غائب ہو جائے گی۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ' تم شرابیں پیتے جاؤ۔ اور نشے کی ترنگ میں ایسی ایسی حرکات کرتے جاؤ کہ انسان اُن کو دیکھ کر خون ہو جائے۔ اور زندگی سے بیزار ہو کر موت کا آرزومند بن جائے۔ تم اپنے گرد ایسے لوگوں کو جمع کرو جن کو دلآزاری میں خاص مہارت حاصل ہو۔ تم اپنے قریب آنے جانے والوں کو شراب کا عادی بنا دو۔ جوا کھیلنے کی تعلیم دو۔ اور اُن کو سمجھاؤ کہ پرائی بہو بیٹیوں کی عزت بگاڑنا لازمۂ امارت ہے۔ اس طرح تم اور تمہارے چیلے چانٹے مل کر انسان کے دل کو مسرتوں سے محروم کر سکیں گے۔ اور مجھے اپنی حکومت پر فخر و ناز کا موقع مل سکیگا یہ سن کر ہزارہا خبیث روحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے

اُڑ گئیں ۔ جب یہ اُڑنے کے لئے اپنے پروں کو پھڑپھڑانے لگیں تو فضا میں ایسی سخت بدبو پھیلی کہ اَلامَان وَالحفِیظ ۔ اُن کے اُڑ جانے کے بعد بھی لکھو کھا روحیں شیطان کے حکم کی منتظر کھڑی رہیں ۔

(۲)

شیطان نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا ۔ "جاؤ میں تم کو شہرت دیتا ہوں' شہرت ۔ تم دنیا میں بہت مشہور ہو گے' ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر تمہارا نام ہو گا ۔ اور ہر محفل میں تمہارا تذکرہ کیا جائے گا ۔ تم خوب گاؤ گے' خوب ناچو گے ۔ خوب بھاؤ بتاؤ گے ۔ اور تمہاری ایکٹنگ تو بس غضب کی ہو گی ۔ اِنسان کو تمہارے گانے ناچنے اور ایکٹنگ میں روحانی کیف ملے گا ۔ وہ بیخود ہو جائے گا ۔ اور تمہارے وصل کا خواستگار رہے گا ۔ تمہارے گانوں میں تو رُوحانی کیف ہو گا ۔ مگر تمہارا وصل ۔ ہاں تمہارا وصل شفا خانے معمور کرائے گا ۔ پاگل خانے آباد کرائے گا ۔ عورتیں چیخیں گی' چلائیں گی' روئینگی' بچے کس مپرسی کی حالت میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھریں گے ۔ جو گھر کچھ عرصہ پیشتر مسرتوں سے معمور تھے یکسر مسرتوں سے خالی ہو جائیں گے ۔ جاؤ مکر وفریب میں کمال پیدا کرو ۔ محبت کے پردے میں عداوت کرنی سیکھو ۔ تمہاری کامیابی میری کامیابی ہے ۔ میں تم کو ایک عجیب وغریب ہتھیار دیتا ہوں جس کا نام "فیشن" ہے ۔ تمہارے لئے یہ بڑا کارآمد ہتھیار ہو گا ۔ اِس کی مدد سے بڑے بڑے نامی گرامی اور سرکش اِنسان تمہارے رام ہوں گے ۔ اور تمہارے قدموں پر لوٹنے لگیں گے ۔ جاؤ' جلد جاؤ ۔ اِنسان کے دِل کو جس قدر جلد ممکن ہو مسرتوں سے محروم

کردو۔ اُس کی مسرتیں میرے لئے ناقابلِ برداشت ہیں۔ تم پر مجھے پورا بھروسہ ہے۔ تم میرے خاص الخاص کارندے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم انسان کے دِل کو ایسے سخت رنج والم میں مبتلا کرسکو گے کہ زندگی اُسے دوبھر معلوم ہونے لگے گی۔

یہ سُن کر ہزارہا خبیث روحیں اپنے چمگاڈروں جیسے پَروں کو پھڑپھڑانے لگیں۔ اُس وقت وہاں ایسا تعفّن پھیلا کہ دماغ پھٹنے لگا۔ ان روحوں کی صورتیں عورتوں کی طرح تھیں۔ مگر ناکیں بالکل عقاب کی چونچ نظر آتی تھیں۔ اُن کے سَروں پر بال مطلق نہیں تھے۔ اور وہ بالکل گنجی تھیں۔ اپنے بدنما سیاہ پَروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے ان خبیث رُوحوں نے یہ نغمہ گایا۔

"اے نارِ جہنم کے لاڈلے! اے شیطانِ الرجیم!! تو ہمارا مالک اور آقا ہے"

"ہم تیرے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے۔ ہم دُنیا میں جاتے ہیں اور انسان کو تیرے"

"ہولناک تحفے' یعنی جملہ امراضِ خبیثہ پہنچاتے ہیں' تیرا عجیب وغریب ہتھیار یعنے"

"فیشن ہمارے ہاتھ میں رہے گا۔ ہم جس کو چاہیں گے۔ اُس سے شکار کرلینگے۔ اے"

"جہنم کے لاڈلے! یقین کر کہ ہم انسان کو ساری مسرتوں سے محروم کر کے رہیں گے"

یہ عجیب وغریب گیت گاتے ہوئے ہزارہا خبیث روحیں وہاں سے اُڑ گئیں لیکن اب بھی لاکھوکھا روحیں حکم کی منتظر کھڑی رہیں۔

حصّہ دُوم

شیطان نے استفہامیہ انداز میں اُن کی طرف دیکھا۔ اور خاموش رہا۔ ایک

خبیث روح بڑی تمکنت سے آگے بڑھی اور مغرورانہ لہجے میں کہنے لگی "اے آقا! انسان کو مسرت سے محروم کرنے کی تو نے جتنی ترکیبیں بتلائی ہیں، وہ کچھ عامیانہ اور بازاری قسم کی ہیں۔ ہم ایسی ترکیبیں اختیار کر کے اپنے وقار کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بتا کہ ہم کیا کریں"؟ شیطان نے جھنجھلا کر تیزی سے کہا "میں سمجھ گیا۔ ہاں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ تم معلم الملکوت کا امتحان لینا چاہتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ معلم الملکوت کا تخیل بہت بلند اور اس کا علم بے پایاں ہے۔ تم اس کا امتحان نہیں لے سکتے۔ البتہ وہ تمہارا امتحان لیگا اور تمہاری آزمائش کرے گا۔" "جاؤ۔ انسان کے بچوں کو علم ادب کی تعلیم دو۔ فن شاعری سکھاؤ۔ اور تنقید و تبصرے کے گر بتاؤ۔ مگر یہ اصول پیش نظر رکھو کہ وہ کسی طرح مسرت کے حصول میں کامیاب نہ ہوں۔ اس کے لئے تمہیں مختلف طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔ ان میں سے دو چار طریقوں کا میں یہاں اجمالاً ذکر کرتا ہوں تاکہ تم پر میرا نقطۂ نظر اچھی طرح واضح ہو جائے۔ اور تم اسکی مدد سے بطور خود صدہا طریقے سوچ سکو۔ دیکھو اگر کوئی طالب علم تمہارے سامنے کوئی اچھا سا شعر پڑھے جس میں لافانی محبت کا تخیل پیش کیا گیا ہو تو تم اس سے کہو کہ یہ سب قدیم زمانے کے خرافات ہیں۔ ایسے اشعار سے شاعر کے دماغ کی بیراہ روی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس سے کہو کہ شعر کہنا بہت آسان ہے۔ مگر شعر کو سمجھنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جب تک کافی معلومات نہ حاصل کی جائیں شعر سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ اور اس کی اصلی خوبی کا پتہ نہیں چلتا۔ مثلاً کسی شعر کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شاعر کا نام۔ اس کے باپ کا نام،

اُس کے دادا کا نام۔ اور اُس شاعر کی کوئی اولادِ نرینہ ہو تو اُن کے نام یاد رہیں بلکہ یہ بھی کافی نہیں علاوہ شاعر اور اُس کے خاندان کے ناموں کو یاد رکھنے کے یہ بھی ضروری ہے کہ اُس شاعر کا سنہ پیدائش ۔ سنہ وفات، اور اُس کے زمانے میں کون پادشاہ تھا اُس کا کیا نام تھا۔ اور اُس کے باپ کا۔ اور اُس کے دادا کا کیا نام تھا؟ اور اُس کی اولاد کتنی تھی۔ اور اُس کی سلطنت کس طرح اور کب قائم ہوئی تھی۔ اور اُس سلطنت کا خاتمہ کس طرح اور کس صدی میں ہوا۔ اِن جملہ اُمور کا علم حاصل کیا جائے۔ بعد ازاں اُس شاعر کے معاصرین، اور اُن کے کارناموں اور اُن معاصرین کے باپ دادا کے کارناموں سے واقفیت حاصل کرنی بھی لازمی ہے۔ جب اِن باتوں میں کافی استعداد ہو جائے تو تنقید کے میدان میں قدم رکھنا چاہیئے۔ یہ میدان بڑا کٹھن ہے۔ اور یہ زمین بڑی سنگلاخ ہے۔ فنِ تنقید میں کمال حاصل ہو جانے سے یہ ہوگا کہ اگر کسی شعر میں کوئی سقم زبان کی غلطی، محاورے کی غلطی، بندش کی خرابی ہو تو فوراً پتہ چل جائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ شاعر نے یہ خیال کہاں سے چرایا ہے اور کس طرح الفاظ بدل کر اپنے نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ تم خاص طور پر کوشش کرو کہ انسان کے بچوں کے ذہن میں ادب اور شاعری کی اہمیت گھٹ جائے۔ اور تنقید و تبصرے کی بہت بڑھ جائے۔ یہ فن خاص میرے دماغ کی ایجاد ہے۔ اس کی ترقی سے شاعری اور ادب کی وقعت بہت گر جاتی ہے۔ اور انسان اُس کیف سے جسے وہ رُوحانی سمجھتا ہے، بڑی حد تک محروم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں

اس دلچسپ فن سے ادیبوں اور شاعروں کی (جو محبّت کے بے سُرے راگ الاپا کرتے ہیں) ایسی دل شکنی ہوتی ہے۔ کہ وہ گھُل گھُل کر تپِ دق میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اور اُن میں کے بعض جو بہت حسّاس ہوتے ہیں۔ خود کُشی بھی کر لیتے ہیں۔ بہر حال تم انسان کے بچوں کو کچھ ایسے طریقوں سے تعلیم دو کہ جب وہ بڑے ہوں تو شاعری اور ادب کے کیف سے محفوظ ہونے کی اُن میں مُطلق صلاحیت نہ رہے۔ بلکہ ہر اچھّے شعر کو پڑھنے کے بعد اُن کے دِلوں میں شاعر کا نام' شاعر کے باپ اور دادا کا نام' اور اُس نے خیال کو کہاں سے چُرایا ہے معلوم کرنے کا شوق اور جُستجو پیدا ہو جائے۔

شیطان نے ایک لمحہ سکوت کیا۔ اور ہزارہا خبیث رُوحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے اُڑ گئیں۔ شیطان نے کہنا شروع کیا۔

تم جاؤ اور انسان کے بچّوں کو تاریخ کی تعلیم دو۔ مگر سیدھے سادے واقعات کو سیدھے سادے انداز میں بیان کر دینے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تم کو یہ اُصول ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ تاریخ کی تعلیم سے قومی تعمیر ہو۔ تاریخ ایک عظیم الشان فن ہے' اور اِس فن سے بڑے بڑے کام لیئے جا سکتے ہیں۔ محض واقعات کا بیان کر دینا لاحاصل ہے۔ بلکہ اِن واقعات کو اِس طرح توڑ مروڑ کر بیان کرنا چاہیئے کہ اُن سے تمہارے عزیز طالب علموں کی قومی خصوصیات نشو و نما پائیں۔ اپنا لکچر شروع کرنے سے قبل تم اُن سے کہو۔ "دیکھو' تمہاری قوم ایسی زبردست۔ ایسی جنگجو اور ایسی دلیر ہے کہ سینکڑوں سال سے

کسی میدان میں اُس نے شکست نہیں کھائی ہے۔ بلکہ اپنے ہر دشمن کو اُس نے پامال کیا ہے۔ تباہ کیا ہے۔ دُنیا سے فنا کر کے چھوڑا ہے۔ بڑی بڑی زبردست قومیں اُس کے مُقابلہ کے لئے آئیں۔ مگر نتیجہ یہ ہُوا کہ خود ہی شکست کھا کر میدان سے دُم دبا کر بھاگ گئیں"۔ اِس کے بعد طرح طرح کی مثالیں دے کر اُنہیں سمجھاؤ کہ کس طرح فلاں جنگ میں تمہاری قوم کو زبردست فتح نصیب ہوئی۔ اور کس طرح فتح کے بعد فتحمندوں نے شکست خوردہ فوج کو بے دریغ تہ تیغ کیا۔ اور کس طرح اُن کا مال ومتاع چھین لیا۔ اور کس طرح اُن کے بیوی بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا۔ اور کس طرح فتحمند سپاہ سالار نے مفتوح سردار کی حسین و مہ جبین لڑکی کو زبردستی حرم میں داخل کر لیا۔ اِس امر کی نہایت احتیاط کرو کہ تاریخ کے صحیح صحیح واقعات من وعن تمہارے پیارے طالب علموں کو معلوم نہ ہونے پائیں۔ کیونکہ اِس سے قومی تعمیر کا مقصدِ عظیم کسی طرح حاصل نہ ہو گا۔ اِس مقصدِ عظیم کی خاطر اگر جھوٹ بھی کہہ دو تو کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ ایسا دروغ مصلحت آمیز نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ مثلاً تم کبھی یہ نہ بیان کرو۔ کہ سیواجی نے افضل خان کے قدم چومنے کے لئے اپنا سر جھکا دیا تھا۔ اور افضل خان نے اُس کو اُٹھا کر سینہ سے لگانا چاہا۔ ایسے وقت میں سیواجی نے کمال چالاکی سے افضل خان کے سینہ میں خنجر بھونک دیا۔ اگر تم اِس طرح صاف صاف بیان کر دو گے تو قومی تعمیر کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اِسلئے تم کو چاہیئے کہ اگر اِسی واقعہ کو بیان کرنا مقصود ہو تو اِس طرح بیان کرو۔ "افضل خان ایک تنومند اور چوڑا چکلا قد آور سپہ سالار تھا جس کو اپنی طاقت اور فنونِ سپہ گری سے

واقفیت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ کئی ہزار کی فوج لے کر سیواجی سے لڑنے آیا سیواجی نے خیال کیا کہ اگر لڑائی ہو تو ہزارہا بے گناہ انسان ہلاک ہوں گے۔ اُس نے افضل خاں کو لکھ بھیجا کہ جناب! لڑائی میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ ہزارہا بیگناہ انسانوں کو ہلاک کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ بلکہ یہ نامردی اور بزدلی کی بات ہے۔ آپ کو سپاہی ہونے کا دعویٰ ہے۔ مہربانی کر کے مجھ سے تنہا مقابلہ کر لیجئے" افضل خان نے جواب میں لکھ بھیجا" جناب کی رائے بہت درست ہے۔ میں جناب سے تنہا مقابلہ کرنے ہر طرح تیار ہوں۔ اس کے بعد مقابلہ کا دن اور تاریخ مقرر ہوئی۔ اور وقت مقررہ پر طرفین کا لشکر میدان میں جمع ہو گیا۔ اِدھر سے افضل خان اور اُدھر سے سیواجی مہاراج شمشیر بکف آئے۔ اور مقابلہ شروع ہوا۔ کامل چھ گھنٹے تک مہاراج افضل خان سے لڑتے رہے۔ اِس کے بعد کمال پھرتی اور چالاکی سے مہاراج نے افضل خان کے سینہ میں تلوار گھونپ دی" تاریخ کے اِس مشہور واقعہ کو اگر تم اِس انداز سے بیان کرو گے تو تمہارے طالب علموں کی دلیری اور جرأت اور ہمت بہت بڑھ جائے گی۔ اور جب کبھی شہر میں فساد ہو گا تو وہ لٹھوں اور پتھروں سے مسلح ہو کر رہرؤں پر لوٹ پڑیں گے۔ اور ہزار پانسو ل کر دو چار کا خون کرنے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو جائیں گے۔ قومی تعمیر کا مسئلہ کسی قدر غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اِس لئے میں ایک اور مثال دیکر تمہارے اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اِس کی خاطر تم کو کتنی محنت اُٹھانی چاہیئے۔ اور کیسی چالاکی سے کام لینا

چاہیئے۔ دیکھو۔ پانی پت کی لڑائیوں کا اپنے طالبعلموں کے سامنے کبھی ذکر نہ کرو۔ بلکہ اُن کو یہ باور کراؤ کہ ہندوستان میں کوئی شہر اس نام کا موجود ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی ذہین طالب علم تم سے سوال کرے کہ "پھر یہ کیا بات ہے کہ اکثر تاریخی کتب میں پانی پت اور وہاں کی جنگوں کا حال بڑی تفصیل اور وضاحت سے لکھا گیا ہے" تو تم حقارت سے مسکرا دو اور جواب دو کہ بھائی جان۔ یہ تاریخ کی کتابیں بھی عجیب چوں چوں کا مربہ ہیں۔ ابتدا میں جن لوگوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں انھوں نے فن تاریخ کی کوئی باضابطہ تعلیم نہیں حاصل کی تھی۔ اور اُن کی معلومات نہایت ناقص اور کمتر درجہ کی تھیں۔ زیادہ تر اُن لوگوں نے جن کو مورخین کہنا ستم ظریفی ہوگا۔ اِدھر اُدھر کی سنی سنائی باتوں کو تاریخ میں داخل کر دیا ہے۔ اور بعد کے تاریخی کتب لکھنے والوں نے اپنے پیشروؤں کی کتابوں کو معتبر قرار دے کر انہی سے اخذ کر کے واقعات لکھ دیئے ہیں لیکن موجودہ زمانے میں ریسرچ کا کام بڑے زوروں پر ہو رہا ہے۔ اور اب یہ تمام لغویات تاریخی کتب سے خارج کر دی جا رہی ہیں"۔ اتنا کہہ کر اندازہ لگاؤ کہ اس ذہین طالب علم کی تسلی ہوئی یا نہیں۔ اگر وہ اب بھی مطمئن نہ معلوم ہوا تو پھر کہو "یہ امر مسلمہ ہے کہ دنیا میں پانی پت نام کا کوئی شہر موجود نہیں ہے۔ دورِ حاضرہ کے تمام بڑے بڑے مورخین کی یہی رائے ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر کھاپرڈے جیتو پادھیا اپنی لاثانی تالیف "ہندوستان اور اس کے شہر" میں پانی پت کی نسبت ارقام فرماتے ہیں (یہاں حسب ذیل عبارت بلند اور صاف الفاظ میں

پڑھ کر سناؤ)

"میں نے ہندوستان کی اکثر بلکہ تمام تاریخی کتب میں پانی پت اور اُس کی جنگوں کا حال بڑی شرح و بسط سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ مگر اس نام کا کوئی شہر ہندوستان میں نہیں ہے۔ آج سے بیس سال پیشتر مجھے پانی پت اور اُس کے تاریخی میدانوں کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مگر ہندوستان کی تواریخ سے مجھے اُس کا صحیح محل وقوع معلوم نہ ہوسکا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ممکن ہے یہ شہر جنوبی ہند میں واقع ہو۔ چنانچہ میں بصرفِ زرِ کثیر وہاں پہنچا۔ اور سارے جنوبی ہند کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن مجھے وہاں یہ شہر نظر نہیں آیا۔ میں نے اس سلسلہ میں ریاستہائے میسور اور حیدرآباد کے اکثر مورخین اور اربابِ علم و فضل سے بھی ملاقات کی اور معلومات حاصل کئے۔ مگر کسی نے مجھے اس شہر کا پتہ نہیں دیا۔ بلکہ ہر ایک نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ البتہ ایک مولوی نے اتنا کہا تھا کہ جناب، پانی پت تو پنجاب کی طرف ہے۔ مگر مجھے اُس کی بات کا یقین نہیں ہے۔ کیونکہ پہلے تو یہ بات ایک مولوی نے کہی ہے۔ اور مولوی لوگ بہت کم سچ بولتے ہیں۔ اور دوسرے، یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزارہا اربابِ علم و فضل تو اس بات سے ناواقف ہوں، اور ایک مولوی اس سے واقف ہو جائے۔ مزید تحقیقات کرنے میرا ارادہ سیلون کی طرف بھی جانے کا تھا۔ مگر علالت کی وجہ سے وہاں نہ جاسکا لیکن مجھے اس بات کا کامل یقین ہے کہ یہ شہر سیلون کی طرف بھی نہیں ہے کیونکہ اگر وہاں ہوتا تو اُس کا حال مجھے ضرور جنوبی ہند کے دورے کے وقت معلوم

ہو جاتا۔ میرے ایسا یقین کرنے کی ایک اور وجہ بھی ہے ۔ وہ یہ کہ اتفاقی طور پر سیلون کے
ایک بڑے پنڈت سے میری ملاقات ہوئی تھی ۔ میں نے اس سے پانی پت کی
نسبت دریافت کیا تھا۔ تو اس نے جواب دیا تھا کہ ایسے کسی شہر کا نام میں نے آج
تک نہیں سنا ہے ۔ ان وجوہ سے میرا خیال ہے بلکہ مجھے کامل یقین ہے کہ پانی پت
نام کا کوئی شہر ہندوستان میں نہیں ہے ‘‘ یہ عبارت پڑھ کر سنانے کے بعد اپنے
طالب علموں سے ڈاکٹر کھاپرڈے جیٹو پادھیا کی لیاقت اور شہرت کا حال بیان
کرو ۔ کہ انہوں نے کس طرح ڈبلن یونیورسٹی سے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کیا ہے ۔ اور
کس طرح ایک مقالے کی وجہ سے ان کی شہرت سارے یورپ میں ہوگئی ہے
اور کس طرح کولمبیا یونیورسٹی نے ان کو محض چار لکچروں کے لئے پچاس ہزار پونڈ
معاوضہ دینا منظور کیا ہے یقین ہے کہ اس کے بعد تمہارا ذہین طالب علم بھی چکر کھا جائیگا
اور اسے یقین آجائے گا کہ نہ تو پانی پت نام کا کوئی شہر ہندوستان میں موجود ہے
اور نہ وہاں کوئی جنگ ہوئی ہے ۔ اور یہ سب باتیں تاریخ سے ناواقف لوگوں کی
لکھی ہوئی ہیں ۔ جن کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا ۔ اس طریقے سے اگر تم اپنے پیارے
طالب علموں کو فن تاریخ کی تعلیم دیا کروگے تو ان میں بہت جلد قومی خصوصیات
پیدا ہوجائیں گی ۔ بلکہ یہ خصوصیات اس قدر ترقی کرجائیں گی کہ پھر قومی تعمیر کا کام بہت
آسان ہوجائے گا ۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر ملک اور ہر قوم کے طالب علموں میں یہ قومی
خصوصیات بہت تیزی کے ساتھ پیدا ہوجائیں ۔ جب یہ کام تکمیل کو پہنچے گا تو میرا

ایک عظیم مقصد حاصل ہو جائے گا۔ یعنی میں اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ لوں گا کہ کس طرح ایک قوم کے انسان دوسری قوم کے انسانوں کو نفرت اور حقارت سے دیکھتے ہیں اور کس طرح ہر قوم دوسری قوم کے خون کی پیاسی ہوتی ہے۔ میرا یہ مقصد طالب علموں میں صرف قومی خصوصیات کے پیدا کرنے ہی سے حاصل ہو گا۔ پس جاؤ اور جلد سے جلد اپنا کام شروع کر دو۔ انسان کو مسرت سے محروم کرنے میں تمہارا حصہ بھی قابل قدر ہو گا۔"

جلال الدین شیطان نے ایک لمحہ سکوت کیا اور ہزار ہا خبیث روحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے اڑ گئیں۔

(۸)

شیطان نے کہنا شروع کیا "تم جاؤ اور انسان کے بچوں کو قانون کی تعلیم دو۔ پہلے انھیں بتاؤ کہ دنیا میں حق اور انصاف کوئی حقیقی اور اصلی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ حق اور انصاف وہی ہیں۔ جن کو قانون نے حق اور انصاف کہا ہو۔ اس کے فوراً ہی بعد تم ان کے ذہن نشین کر دو کہ قانون تغیر پذیر ہے۔ وہ حالات کے لحاظ سے بدلتا ہے۔ اور اس کے علاوہ قانون کے الفاظ کی تعبیر اور اطلاق بڑا مشکل فن ہے۔ عموماً حق اور انصاف وہی ہوتا ہے جس کو ایک چالاک اور کامیاب وکیل عدالت کو باور کراتا ہے کہ یہ حق اور یہ انصاف ہے۔ جب تمہارے طالب علم ان باتوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں تو پھر ان کو بتاؤ کہ چالاک اور کامیاب وکیل کسے کہتے ہیں۔ ان سے کہو کہ وہی وکیل چالاک اور کامیاب سمجھا جاسکتا ہے جو کہ اگر اتوار

محمد جلال الدین صاحب شیطان معلوم ہوتے ہیں۔ لکھا ہے۔ خدا ان کو جنت نصیب کرے۔

کے روز زید کی طرف سے وکالت کرے تو کہے کہ از روئے قانون زید حق پر ہے، اور بکر ناحق پر۔ زید کے مقابلہ میں بکر کو جائیداد متنازعہ فیہ پر کسی طرح کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور پیر کے روز بکر کی طرف سے وکالت کرے تو یہی الفاظ دُہرائے صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ جہاں زید کا نام لینا ہو وہاں بکر کا نام لے۔ جب تمہارے عزیز طالب علم چالاک وکیل کی تعریف کو سمجھ لیں تو پھر اُن کو نظائر کی اہمیت پر لکچر پلاؤ۔ اور اُن کو صاف طور پر بتلاؤ کہ نظائر کا قانون میں کیا درجہ ہے۔ اگر بروقت کوئی مُفید مطلب نظیر مل جائے تو اُس سے مقدمہ پر کیسا زبردست اثر پڑتا ہے۔ مثالیں دے کر اُنھیں سمجھاؤ کہ اگر صُبح کے وقت مقدمہ کا فیصلہ ہوتا تو مُلزم کس طرح عزت کے ساتھ بری ہو جاتا۔ مگر شام کے وقت فیصلہ ہونے سے اور تار کے ذریعہ ہائیکورٹ کی تازہ نظیر وصول ہو جانے سے کس طرح مُلزم کو پھانسی کی سزا عدالت نے تجویز کی۔ اور کس طرح یہ مُلزم فیصلہ میں صرف چند گھنٹوں کی تاخیر ہو جانے سے دار پر لٹکایا گیا۔

اِنسان کے بچّوں کی تعلیم میں یہ اصول پیش نظر رکھو کہ حق، اِنصاف، مروّت، دوستی، فیاضی، ہمدردی کے جذبات سے اُن کے دِل بالکل ناآشنا ہو جائیں۔ اور جب وہ بڑے ہو کر چالاک اور کامیاب وکیل بنیں تو اِنسانیت اُن کو دیکھ کر خون کے آنسو بہائے۔ اُن کی کثرت اور عروج۔ اِنسان کی تباہی، بربادی، اور فلاکت کا پیش خیمہ ہو۔ اور اُن کی قانون دانی کے باعث کسی اِنسان کے دِل میں اپنے حق کو

پہنچنے کی توقع ہی باقی نہ رہے۔

شیطان نے لمحہ بھر سکوت کیا، اور ہزارہا خبیث رُوحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پَروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے اُڑ گئیں۔

(۹)

شیطان کہنے لگا "تم جاؤ اور انسان کے بچّوں کو فنِ طب اور فنِ جرّاحی کی تعلیم دو۔ یہ شریف اور آزاد پیشے اگر تم ان کو سکھا دو گے تو میری مُراد بر آئے گی۔ مگر دیکھو ان کو تعلیم دیتے وقت اپنے اصلی اُصول کو نہ بھول جاؤ۔ اپنے طالب علموں سے کہو کہ طب اور جرّاحی میں کمال حاصل کرنا اُسی وقت ممکن ہے جبکہ انسان سخت قسی القلب اور سنگدل ہو جائے۔ کمزور دل کے لوگ ان پیشوں میں کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے بالخصوص فنِ جرّاحی میں کامیابی کے لئے تو انسان کو بہت ہی سخت دل ہونا چاہیئے جب تک کوئی شخص زندہ انسانوں پر طرح طرح کے تجربے کر کے اپنے فن میں مہارت نہ پیدا کرے۔ اُسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی" مثال کے طور پر دُنیا کے سب سے بڑے شفا خانے کے سب سے بڑے ڈاکٹر کا قصہ بیان کرو کہ کس طرح ایک صحیح القویٰ اور تندرست نوجوان جس کے پیر میں ایک معمولی سا زخم آگیا تھا۔ علاج کے لئے اُس کے پاس آیا۔ اور کس طرح اُس نے اُس کو کلوروفارم دے کر بے ہوش کیا۔ اور کس طرح کمال چالاکی سے سینہ چیر کر اُس کا دل، ہاں دل نکال لیا۔ اور اُس دل کو چند خاص ادویہ کے مرتبان میں رکھ کر آپ مریض کی نبض دیکھتا بیٹھا رہا کس طرح ایک منٹ تک اُس کی نبض چلتی رہی۔ اور کس طرح وہ ماہرِ فن ڈاکٹر

خوشی سے بیخود ہو گیا۔ اور کس طرح دور دراز ٹیلیفون سے سارے ممالک کے مشاہیرِ فنِ جراحی کو اپنے کارنامے اور اُس کے نتیجہ کی اطلاع کی اور کس طرح ایک منٹ کے بعد اس نوجوان کی شمعِ حیات گُل ہو گئی۔ اگر تم اپنے طالب علموں کو ایسی مثالیں بالالتزام دیا کرو گے تو یقیناً اُن کے دِل بڑے قوی ہو جائیں گے۔ اور وہ فنِ طب اور فنِ جراحی میں اپنے تجربات کی مدد سے بڑے کامیاب ہوں گے۔ مگر صرف مثالوں پر اکتفا مت کرو۔ عملاً بھی اُن کو ایسے کرشمے دکھاؤ۔ اس کے علاوہ اُن کو اچھی طرح سمجھاؤ کہ ڈاکٹری اور لالچ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جس شخص کے دل میں روپیہ کمانے کی حرص نہ ہو وہ بھلا اس فن میں کیا ترقی کر سکتا ہے؟ ساتھ ساتھ روپیہ کمانے کی ترکیبیں بھی بتاتے جاؤ۔ کہ کس طرح مریض کے آنے پر اُس کے خون کا، اُس کے پیشاب کا، اُس کے دل کا، اُس کے پھیپھڑوں کا امتحان کرنا چاہیئے۔ اور کس طرح اُس کو کہنا چاہیئے کہ خون کا دباؤ بہت زیادہ ہے۔ پیشاب میں البیومن کے اجزا نظر آتے ہیں۔ دِل بہت کمزور ہو چکا ہے۔ اور پھیپھڑوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اگر جلد علاج نہ کرایا جائے تو ہلاکت یقینی ہے۔ کس طرح ایسا کرنے سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔ اور مریض کس طرح ہزارہا کی رقمیں ڈاکٹر کے قدموں پر لا کر رکھ دے گا۔ اس کے علاوہ اُن کو یہ بھی سمجھاؤ کہ دورانِ علاج میں اور کن کن طریقوں سے روپیہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کس طرح اچھے ہونے والے مریض کو طرح طرح کی دوسری بیماریوں میں مبتلا کرنا چاہیئے۔ اور کس طرح ایک ہفتہ میں

اچھے ہو جانے والے مریض کو چھ ماہ تک اِنتہائی اخلاق اور مُروت کے ساتھ بستر علالت پر لِٹائے رکھنا چاہیئے۔ اُن کو یہ بھی بتاؤ کہ غریب غُربا کا مُفت علاج کرنا یا آدھی فیس لے کر علاج کرنا پیشہ کی سُبکی کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے طرزِ عمل سے لوگوں میں ڈاکٹر کی وقعت باقی نہیں رہتی۔ اور وہ چہ میگوئیاں کرنے لگتے ہیں۔ کہ یہ حضرت کچھ یونہیں سے معلوم ہوتے ہیں۔ اِس لیئے فیس کے مُعاملہ میں بہت سخت رہنا چاہیئے۔ اگر مریض جان بلب بھی ہو تو اُس کے اقربا سے فوراً پوری فیس رکھوا لینی چاہیئے۔ اور موٹر کا کرایہ علیٰحدہ طلب کرنا چاہیئے۔ میرے خیال میں لڑکوں سے زیادہ لڑکیاں تمھاری اچھی شاگرد ثابت ہوں گی۔ اِس لیئے لڑکیوں کو اپنے اُصولوں کی خاص طور پر تعلیم دیا کرو۔ اُن سے کہو کہ اگر زچگی کے لیئے کوئی نوجوان اور غریب عورت آئے تو اُس کا کس طرح مذاق اُڑائیں، اور کس طرح اُس کو جان کا خوف بتلا کر رُوپیہ طلب کریں۔ اور جب وہ اپنے اِفلاس اور فلاکت کا رونا روئے تو کس طرح اُس سے کہیں "ولی پھر تُم نے شادی کیوں کی۔ اور ایسی آفت کیوں مول لی۔ اَم ابی بڑا ڈاکٹر کو بلا کر تم کو اُن کے سامنے کر ڈے گا۔ یا تو اجنّت بچاؤ یا پیسہ بچاؤ"۔ اِنسان کی ہلاکت میرے لیئے کوئی بڑی چیز نہیں۔ مگر جب مَیں اُس کو کسی ڈاکٹر یا لیڈی ڈاکٹر کے ہاتھ میں پھنسا ہُوا اور سخت مایوسی اور کرب کی حالت میں ایڑیاں رگڑتا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے بڑی فرحت حاصل ہوتی ہے۔ تم جاؤ۔ اور بہت جلد اپنا کام شروع کر دو۔ اِنسانیت کو مسرتوں سے محروم کرنے میں تمھارا بھی بڑا درجہ ہو گا۔ تم جتنے زیادہ ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں

کو تیار کرو گے، اُتنا ہی میرا انتقام مکمل ہو گا" شیطان نے ایک لمحہ سکوت کیا اور ہزار ہا خبیث روحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے اُڑ گئیں۔ شیطان نے کہنا شروع کیا۔ "تم جاؤ۔ انسان کے بچوں کو فلسفہ کی تعلیم دو۔ اُن سے کہو کہ دُنیا میں دو قوتیں ایسی ہیں جو ہمیشہ سے برسرِ پیکار ہیں۔ اِن میں سے ایک کو خیر کہتے ہیں، اور دوسری کو شر۔ خیر کو خیر کیوں کہنا چاہیئے اور شر کو شر کیوں کہنا چاہیئے اسکا تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ اگر خیر کو خیر کی بجائے شر کہیں اور شر کو شر کی بجائے خیر کہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن چونکہ عرصہ سے خیر اور شر کی اصطلاحیں مروج ہیں اس لئے اُن میں کسی تبدیلی کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد اُن کو سمجھاؤ کہ جب سے فلسفہ کا دُنیا میں آغاز ہوا ہے اُس وقت سے لے کر اب تک ہزار ہا فلسفیوں نے غور کیا ہے کہ آخر عالم کو پیدا کس نے کیا ہے لیکن یہ مسئلہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے اب اس مسئلہ پر زیادہ غور و خوض کرنا لاحاصل ہے۔ ممکن ہے کہ عالم کو خدا نے پیدا کیا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ عالم کو پیدا کرنے والا شیطان ہو۔ جب یہ بات تمھارے پیارے طالب علموں کی سمجھ میں آجائے تو اُن سے کہو کہ دورِ حاضرہ کے تمام فلسفیوں کا رجحان یہ ہے کہ نہ خدا کو تسلیم کریں اور نہ شیطان کو کیوں کہ اِن کے تسلیم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور اِن کے تسلیم نہ کرنے سے کوئی نقصان بھی نہیں ہے جب یہ ابتدائی اُمور تمھارے طالب علموں کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔ تو اُن کو فلسفہ کے دیگر اہم نکات سے واقف کراؤ۔ مثلاً اُن سے کہو کہ اخلاقِ حسنہ جن کو مذہب

اتنی اہمیت دیتا ہے ۔ در اصل اُن کی بنا کیا ہے ؟ اُن کی بنا افادیت ہے ۔ اس کے سوائے کچھ نہیں ۔ یعنی جن خصائص کو سماج نے اپنے لئے منفعت بخش خیال کیا اُنکو اخلاقِ حسنہ کہا گیا ۔ اور جن کو اُس نے نقصان رساں اور مضرت بخش تصور کیا ۔ اُن کو اخلاقِ سیئہ کہا گیا ۔ اس کے سوائے اخلاق کی کوئی حقیقی قدر و قیمت نہیں ہے ۔

اگر کوئی طالبِ علم تم سے پوچھے کہ پرستش کا فلسفہ کیا ہے ؟ اور کیوں انسان اس قدر پرستش کا دلدادہ رہا ہے ؟ تو اُس کو خوب اچھی طرح سمجھاؤ کہ جس زمانے میں انسان ننگ دھڑنگ پھرتا تھا اور سائنس کی موجودہ کارآمد ایجادات نہیں ہوئی تھیں تو وہ اپنے کو بالکل بے یار و مددگار پاتا تھا ۔ شیر اُس کو اٹھالے جاتا تھا اور پھاڑ کھاتا تھا ۔ سانپ اُس پر حملہ آور ہوتا تھا اور اپنا زہر اُس کے جسم میں داخل کر دیتا تھا ۔ تو اُس زمانے میں اُس نے چند خیالی دیوتا بنالئے تھے ۔ اور اُن سے اُمید رکھتا تھا کہ اگر اُن کی پرستش کی جائے تو وہ اُس کی مدد کریں گے ۔ مگر آج تک کسی مشکل سے مشکل موقع پر کسی زبردست سے زبردست دیوتا نے انسان کی مدد نہیں کی اور کرتے کس طرح جب کہ اُن کا وجود ہی نہیں ہے ۔ قصہ مختصر پرستش کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان اپنی کمزوری کو چھپانے اپنی خیالی مخلوق کے آگے ناک رگڑا کرتا ہے ۔ مگر اس طرح ناک رگڑنے سے اس بے وقوف نے آج تک کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا ۔ اب ہم فلسفیوں کی بدولت انسان کو ذرا عقل آئی ہے ۔ اور وہ ایسے لایعنی اور مہمل خیالات سے رفتہ رفتہ نجات حاصل کر رہا ہے ۔ توقع ہے کہ جیسے جیسے علم ترقی کرتا جائے گا ۔ ایسے لاحاصل توہمات کی

قرار واقعی بیچ کی ہوتی جائے گی ۔ جب تمھارے طالب علموں کی لیاقت کسی قدر بڑھ جائے اور وہ فلسفہ کے اہم نکات کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں تو اُن سے کہو کہ کسی چیز کا صحیح علم نہ آج تک حاصل ہوا ہے اور نہ حاصل ہو سکتا ہے ۔ جس چیز کے متعلق ہم ہزار ہا سال سے یہ تصوّر کرتے ہیں کہ موجود ہے ممکن ہے کہ وہ موجود نہ ہو۔ اور جس چیز کے متعلق ہم کو یقین ہے کہ موجود نہیں ہے' دراصل وہ موجود ہو۔ تو صحیح علم کے حصول سے تو بالکل مایوس ہو جانا چاہیئے ۔ کیونکہ ایسا علم انسان کو کسی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتا ۔ البتہ دُنیا کے حالات پر غور کرتے رہنا چاہیئے ۔ اس سے دماغ کی خوب ورزش ہوتی ہے ۔ اور بڑی رُوحانی مسرّت حاصل ہوتی ہے ۔ اگر کوئی شخص اس دماغی ورزش سے بیزار ہو جائے تو اُسے فلسفہ کی ایک خاص الخاص شاخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسے اصطلاح میں ایپکیورین فلاسفی کہتے ہیں ۔ یہ فلاسفی بڑی دلچسپ ہے ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان دُنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوتا ۔ اور جوانی بھی بار بار نہیں آتی ۔ اس لئے موقع کو غنیمت سمجھو اور اس زندگی سے جو محض اتفاق سے تمہیں حاصل ہوگئی ہے پُورا پُورا فائدہ اُٹھاؤ ۔ تم کو جس طریقہ سے مسّرت حاصل ہو سکتی ہو ۔ اسی طریقے سے اُسے حاصل کرو ۔ بعض لوگوں کو شراب سے بڑی مسّرت حاصل ہوتی ہے لہذا اُن کو شراب پینا چاہیئے ۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو گویا اپنے اُوپر ظلم کریں گے کسی شخص کو عورتوں کے قُرب سے بڑی لذّت ملتی ہے تو اُس کو اُن کا قُرب تلاش کرنا چاہیئے ۔ البتہ چوری اور قتل نہ کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ اس میں مُلک کے قانون کے لحاظ سے گرفتار ہونے کا

احتمال ہے۔ لیکن اگر حالات ایسے ہوں کہ گرفتاری کا احتمال یا اندیشہ نہ ہو تو اس فلاسفی کے اصول کے لحاظ سے ایسا کرنا انسان کے لئے مباح اور جائز ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو حق ہے کہ مسرت کو حاصل کرے بشرطیکہ وہ اس کی دسترس میں ہو۔

بہرحال تم اپنے عزیز طالب علموں کو فلسفہ کی تعلیم اس انداز سے دو کہ جب وہ بڑے ہو جائیں تو اُن کے دماغوں میں نہ خیر کا کوئی تخیل رہے نہ شر کا۔ نہ خدا کا نہ شیطان کا۔ ممکن ہے کہ خدا اپنے منکر سے ناراض ہوتا ہو۔ مگر یقین مانو میں اپنے منکر سے کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ کیوں کہ میرا انکار خدا کے انکار کا متلزم ہے۔ تمہارے فلسفی طالب علم جب بڑے ہوں گے تو اُن کے دلوں میں کوئی عقیدہ نہ ہوگا۔ میں اس "عقیدہ" سے بڑا گھبراتا ہوں۔ یہ انسان کو ہر حالت میں مسرور رکھتا ہے۔ اور کیسی ہی مصیبت پڑے اُسے مایوس نہیں ہونے دیتا۔ تم اس کی بڑی کوشش کرو۔ کہ تمام عقائد کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں۔ اور انسان کا دل مسرتوں سے کلیتہً خالی ہو جائے۔ تم میرے محرمِ راز ہو۔ اور مجھے تم پر بڑا بھروسہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری کوششیں بہت جلد بارآور ہونگی۔ اور بہت جلد دُنیا کے تمام منادر برباد تمام کلیسا بےچراغ اور تمام مساجد ویران ہو جائینگی۔ میں دنیا میں کسی ایسے مقام کو موجود نہیں دیکھنا چاہتا۔ جہاں انسان جمع ہو کر پیار، محبت، اخلاص، مروّت، ہمدردی اور پاکیزگی کا سبق سیکھیں۔ ان صفات سے جس قدر جلد انسان محروم ہو جائے اُسی قدر اچھا ہے۔ کیونکہ ان صفات سے اُس کی محرومی، مسرت سے محرومی کے مرادف ہے۔ پس جاؤ۔ جلد اپنا کام شروع کرو۔

شیطان نے ایک لمحہ توقف کیا اور ہزارہا خبیث روحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے اڑ گئیں۔

(۱۱)

شیطان نے کہنا شروع کیا۔ تم جاؤ۔ انسان کے بچوں کو سائنس کی تعلیم دو۔ سب سے پہلے اُن کے یہ ذہن نشین کردو کہ دُنیا میں ایک ہی حقیقت ہے اور وہ مادہ ہے۔ مادّے کو فنا کرنا ممکن نہیں۔ البتہ اُس کی شکلیں بدلی جاسکتی ہیں۔ اور یہ مادہ خود بھی ہمیشہ شکلیں بدلا کرتا ہے۔ انسان کا کام یہ ہے کہ اس مادّے کی شکلیں اِس طرح بدلے کہ وہ اُس کے زیادہ سے زیادہ کارآمد ہو جائے۔ اگر کوئی طالب علم تم سے سوال کرے کہ اِس مادّے کو کس نے پیدا کیا اور یہ شکلیں کیوں بدلا کرتا ہے؟ تو تم ایسے طالب علم کو ایک گھُرکی دے کر جواب دو کہ یہ سوال ہمارے مبحث سے خارج ہے۔ اگر تم کو ایسے سوالات کرنے کا شوق ہے تو فلسفہ کی تعلیم حاصل کرو۔ اگرچہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ فلسفہ بھی ایسے مہمل سوالات کا جواب دے سکے گا۔ اس کے بعد تم اپنے طالب علموں کو بتاؤ کہ انسان نے مادّے کی شکلوں میں کس کس طرح تبدیلی کی ہے۔ اور اُس کو کس کس طرح اپنے لئے کارآمد بنایا ہے۔ مثالیں دیکر اُسے سمجھاؤ کہ سب سے پہلے اپنے دشمن کو ہلاک کرنے اسی مادّے کی شکل تبدیل کر کے اُس نے تیر بنایا۔ اور اُس سے اپنے ایک دشمن کو مجروح کرسکا۔ اس کے بعد اُس نے مادّے کی شکل میں اور تبدیلی کی۔ اور اُس سے ایک بندوق بنائی۔ بندوق بننے کے بعد وہ اپنے دشمن کو ہلاک کرسکا۔ مگر یہ کافی نہیں تھا۔ کیوں کہ اُس کے دشمن

بہت سے تھے۔ پھر اُس نے مادّے میں ضروری تبدیلیاں کیں۔ اور ایک توپ بنائی۔ اُس توپ سے اُس نے وقتِ واحد میں اپنے دس دشمنوں کو ہلاک کر ڈالا۔ مگر انسان کے دشمن صرف دس ہی نہیں ہوتے بلکہ ہزاروں ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُسنے ضرورت سے مجبور ہوکر مادّے میں اور تبدیلیاں کیں، اور ایک بڑی مشین گن بنانے میں کامیابی حاصل کرلی۔ اب اُسے یہ طاقت حاصل ہوگئی کہ وقتِ واحد میں اپنے ہزار دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دے لیکن انسان بڑا حوصلہ مند واقع ہوا ہے۔ اُس نے اپنے ہزار دشمنوں کو ہلاک کر کے بھی چین نہ آیا۔ اُس نے بم، ہوائی جہاز، جنگی جہاز، ٹینک۔ آہن پوش موٹریں، اور زہریلی گیسیں بھی کچھ ایجاد کر ڈالیں۔ اور یہ صرف مادّے میں تبدیلیاں کرنے سے ہوئیں۔ اب اُسے یہ طاقت حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے سارے دشمنوں کو آناً فاناً میں ہلاک کرسکتا ہے۔ اِس موقع پر اگر کوئی طالبِ علم تم سے سوال کرے کہ انسان کا دشمن کون ہے؟ اور کیا اُس کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اُس کو ہلاک کرنے ایسی ایسی ایجادات کی ضرورت ہوئی۔ تو تم ایک قہقہہ لگاؤ اور کہو "جانِ اُستاد! انسان کا دشمن انسان ہی ہے۔ اور اُس کی تعداد تم کو تو معلوم ہی ہے"۔ تمہارا یہ جواب سُن کر طالبِ علم حیران ہو جائے گا، اور تم سے پوچھے گا۔ انسان کا دشمن انسان کیوں ہونے لگا۔ اور کیا اتنی ساری ایجادات اپنے ہم جنس کو ہلاک کرنے کے لئے کی گئی ہیں۔ کِس قدر افسوس کا مقام ہے۔ تم طالبِ علم کی باتیں بڑے صبر اور تحمّل سے سُنو۔ اور اُس کے بعد اُس کو سمجھاؤ کہ انسان کا سب سے دشمن انسان

ہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سائنس آج اس قدر ترقی ہرگز نہ کرتی۔ بلکہ صرف تیر بنانے پر سائنس کی ترقی کا خاتمہ ہو جاتا۔ بڑی وضاحت سے اُسے تفہیم کرو کہ انسان، انسان کا کیوں دشمن ہوتا ہے۔ اُس سے پوچھو کہ تمہارا کوئی گھر ہے یا نہیں وہ اثبات میں جواب دے گا۔ تو کہو کہ میں تمہارے گھر پر قبضہ کرنے آنا چاہتا ہوں تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ وہ جواب دے گا کہ میں آپ سے عرض کرونگا کہ یہ میرا مکان ہے۔ اس پر آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ تو تم کہو۔ فرض کرو کہ میں تمہاری بات کو نہیں مانتا اور تم کو کان پکڑ کر گھر سے نکال دیتا ہوں اور تمہارے مکان پر قبضہ کر لیتا ہوں۔ تو تم کیا کرو گے؟ وہ جواب دے گا۔ میں آپ سے پھر عرض کروں گا کہ اس گھر پر ساری دُنیا میرا حق تسلیم کرتی ہے۔ اور میں زمانے سے یہاں رہتا ہون۔ بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ یہاں سے چلے جائیں۔ یا کم از کم مجھے بھی اس کے ایک گوشے میں رہنے کی اجازت دیں۔ تو تم کہو۔ فرض کرو۔ میں اس گھر سے نہیں نکلتا اور نہ تم کو اس میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔ تو تم اُس وقت کیا کرو گے؟ طالب علم غصّہ سے دانت پیس کر کہے گا۔ اُس وقت میں آپ کو ماروں گا۔ اب تم کہہ سکتے ہو کہ انسان، انسان کا اسی طرح دشمن بنتا ہے۔ اور اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے ہر وقت تیار رہنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ تم کو گھر سے نکال باہر کر دیں گے۔ طالب علم جب ان باتوں کو سُنے گا تو اُسے یقین آجائے گا کہ بے شک انسان ہی انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے! اور اس

دشمن سے محفوظ رہنے کے لئے سائنس کی تعلیم حاصل کرنی اور طرح طرح کے خوفناک
ایجادات کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد تمہارا کام بہت آسان ہو جائیگا
تم اپنے عزیز طالب علموں کو خوفناک ایجادات کرنے کے گر سکھا دو تاکہ وہ دشمنوں
سے محفوظ رہیں۔ اس کے بعد دوسرے ملک میں جا کر وہاں کے طالب علموں کو
بھی ایسے گر بتا دو تاکہ وہ بھی اپنے دشمنوں سے محفوظ رہیں۔ جب تمام دنیا کے طالب علم
ان گروں کو سیکھ لیں گے اور بڑے ہونے کے بعد اپنے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے
تو اس وقت کتنا لطف آئے گا۔ میرا انتقام کس قدر مکمل ہو گا۔ کتنے لکھو کھا انسان
خاک و خون میں لوٹتے نظر آئیں گے۔ اے انسان پناہ مانگ۔ میرے انتقام
سے پناہ مانگ۔ تو وہی ہے نا جس نے مجھے ذلیل کرایا تھا۔ اب دیکھ میں تیری کیسی
خبر لیتا ہوں تیرے ہی ہاتھوں تجھ کو تباہ نہ کراؤں تو شیطان نہیں۔

ہاں! اور سنو۔ اپنی تعلیم میں یہ اصول پیش نظر رکھو کہ تمہارے طالب علموں کے
ذہنوں میں دشمنوں کا خوف اور ان سے نفرت بخوبی جاگزیں ہو جائے۔ ان
سے بار بار کہو کہ دنیا میں دشمن بہت ہیں۔ اور دوست کم۔ اگر زندہ رہنا مقصود
ہو تو اپنے تمام دشمنوں کو فنا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ تمہارے دشمن تم کو
فنا کر دیں گے۔ اس موقع پر انہیں قانون بقائے اصلح کی تعریف بڑی وضاحت
سے سمجھاؤ۔ ان سے کہو کہ ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل لیتی ہے۔ اسی طرح ہر بڑی
قوم چھوٹی قوم کو تباہ کر دیتی ہے۔ یہ دنیا کا اٹل قانون ہے۔ اس لئے ہر قوم کو

اِس بات کے لئے تیار رہنا چاہیے کہ دُوسری قوم کو نگل لے۔ ورنہ وہ دوسری قوم اُسکو نگل لے گی۔ اُن سے یہ بھی کہو کہ فطرت اپنے اُصولوں میں بہت سخت اور بے رحم ہے۔ وہ کبھی اپنے مقرّرہ اُصولوں کو نہیں بدلا کرتی۔ تم زندہ رہنا چاہتے ہو، تو زندہ رہنے کا حق بھی پیدا کرو۔ اور یہ حق کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اِس طرح کہ تم اِتنے طاقتور ہو جاؤ کہ اپنے دشمنوں کو فنا کرسکو۔ اُن کو فنا کرنے کے لئے سائنس نہایت ضروری ہے۔ بجز اس کی مدد کے نہ تم بندوق بنا سکو گے، نہ توپ، نہ مشین گن، نہ بم۔ گویا سائنس کی تعلیم پانا، اور شب و روز طرح طرح کی ایجادات کرنا زندگی کے لئے لابدی اور لازمی ہے۔ زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے۔ معلوم نہیں کس وقت کونسی قوم کیا ایجادات کرے اور تم کو فنا کرنے کے لئے تمھارے سروں پر آدھمکے۔ پس ہوشیار ہو جاؤ، اور اپنی حفاظت کیلئے سائنس سے مدد لے کر ایسی ایسی ایجادات کرو کہ اگر تمھارا کوئی دشمن آن پہنچے تو تم اُس کو بآسانی فنا کرسکو بلکہ تم کو اِن ایجادات میں ایسا کمال حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ دُنیا کی ساری قومیں تم سے کانپنے لگیں۔ اور تم جس مُلک کو چاہو خراج دینے پر مجبور کردو۔ اگر تم ایسا کرسکو گے تو بے شک عزت سے زندگی بسر کرسکو گے ورنہ تمھاری تباہی یقینی ہے۔ ایک نہ ایک روز کوئی نہ کوئی زبردست قوم آکر تم کو تباہ کردے گی۔ اور تم کو اِس طرح ذلیل کرے گی کہ تم میں اور جانوروں میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔

دیکھو۔ اپنی تعلیم میں زیادہ تر یہ اصول پیشِ نظر رکھو کہ تمھارے طالب علموں کے دلوں میں اپنے ہمجنسوں سے نفرت اور دشمنی خوب جاگزیں ہوجائے۔ اور جب وہ بڑے ہوں تو ساری دُنیا میں اُنھیں اپنے دشمن ہی دُشمن نظر آئیں۔ کوئی دوست نظر نہ آئے۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یقین رکھو کہ مجھے اپنے مقصد میں بڑی کامیابی ہوگی۔ سائنس کی موجودہ ترقی سے میں مطمئن نہیں ہوں۔ اس کی رفتار کم ازکم سوگنی تیز ہونی چاہیئے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ تمھاری محنت اور جانفشانی سے ضرور خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔ انسانوں کے دلوں اور دماغوں پر اب تک مہمل قسم کی شاعری اور لچر قسم کے مذہب کا بہت تسلط رہا ہے۔ اس کی وجہ سے اُنھوں نے سائنس کی ترقی پر کافی توجہ نہیں کی ہے۔ لیکن جب تم اپنے طالب علموں کو نئے اُصولوں سے تعلیم دوگے تو اس قسم کے لغو اثرات اُن کے دماغوں سے دُور ہو جائیں گے۔ اور وہ شب و روز سائنس کو ترقی دینے میں اور طرح طرح کی ہولناک ایجادات کرنے میں مصروف ہوجائیں گے۔ اس کا نتیجہ کتنا شاندار ہوگا تم بخوبی اندازہ کرسکتے مجھے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ انسان، انسان کا مدِمقابل ہوگا۔ اور کرۂ ارضی میں وہ تباہی پھیلے گی کہ انسان تو ایک طرف خود حیات خطرے میں آجائے گی۔ انسان ایک بم پھینکے گا۔ اُس بم سے پہلے تو ہزار ہا زہر میں بجھے ہوئے نشتر گولیوں کی طرح اُڑیں گے۔ اور آس پاس کے ہزار ہا انسان فنا ہوں گے۔ جن میں بچّے بھی ہوں گے۔ بوڑھے بھی ہوں گے

اور عورتیں بھی ہوں گی۔ اس کے بعد اسی بم سے شہر میں آگ لگ جائے گی۔ جو کسی طرح بجھائے نہ بجھے گی۔ کیونکہ اس بم سے جو گیاس نکلے گی وہ آگ کو تیزی سے بھڑکائے گی۔ جب سارا شہر فنا ہو جائے گا تو اُس کا دھواں فضا میں چاروں طرف پھیل جائے گا۔ اور ہوا میں اُڑنے والے پرندے جل بھن کر فنا ہوں گے۔ اس دھویں سے لہلہاتے ہوئے کھیت مرجھا جائیں گے۔ بڑے بڑے ثمردار درخت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سوکھ جائیں گے۔ اُس کی سمیّت پانی میں بھی اثر کریگی۔ اور دریا کی مچھلیاں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگیں گی۔ یہ سب کچھ ایک ہی بم سے ہو جائے گا۔ اور انسان کے پاس تو ایسے لاکھوں بم ہوں گے۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟ کرۂ ارضی سے حیات کا خاتمہ ہو گا۔ اور فضائے بسیط میں ایسا شور مچیگا کہ ممکن ہے خداوند قدوس اپنے خوابِ شیریں سے بیدار ہو جائے۔ اور اپنی پیاری مخلوق کے کمالات کا معائنہ کرے میں اُس وقت اپنا الگ ایک گوشے میں بیٹھا رہونگا خداوند قدوس دیکھے گا کہ اس کا خلیفہ ابن آدم دنیا کو کس طرح تباہ کر رہا ہے اور خود اسکی تباہی بھی کس قدر قریب آگئی ہے۔ تو وہ اپنے کئے پر پشیمان ہو گا۔ شرم سے اُس کی آنکھیں جھک جائیں گی۔ ایسے وقت میں میں اُس کے قریب جاوں گا۔ اور دست بستہ ہو کر عرض کروں گا۔" اے آقا! دیکھا تیرے اس خلیفہ کے کرشمے!! ممکن ہے کہ میرے ایسا کہنے پر وہ غضب ناک ہو جائے۔ اور کرۂ ارضی سے آدم کا وجود مٹا دے۔ اور اپنے کئے پر پشیمان ہو کر مجھے اپنا سابقہ منصب عطا کرکے میں

پھر مُعلّم الملکوُت ہو جاؤں گا۔ اور اِس کے بعد میرا درجہ پہلے سے بھی ہزار چند بڑھ جائیگا میری طاقتیں بے اِنتہا ہوں گی ۔ میرے اختیارات بے پایاں ہوں گے۔ میں پھر کبھی آدم کا پُتلا نہ بننے دوں گا۔ کبھی نہ بننے دوں گا۔" یہ کہتے ہوئے شیطان خوشی سے بیخود ہو گیا۔ اور زور سے تالیاں بجانے لگا ۔ ہزارہا خبیث رُوحیں اپنے چمگادڑوں جیسے پَروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی وہاں سے اُڑ گئیں ۔ اُن کے اُڑتے وقت فضا میں ایسی تاریکی پھیلی اور ایسی سخت آندھی آئی ' اور تیزاب کے جیسی ' ایسی سخت اور تیز بدبو پیدا ہوئی کہ کسی کے ہوش بجا نہ رہے ✦

حصّۂ سوّم

اب اُن خبیث رُوحوں سے جن کے چمگادڑوں جیسے پَر ۔ مُہیب شکلیں اور لمبے اور تیز ناخن تھے ۔ میدان خالی ہو چکا تھا ۔ مگر اب بھی وہاں ہزارہا عجیب و غریب شکلوں کے غول مُوجُود تھے ۔ اُن میں سے چند تو جنگلی سوّروں کی طرح نظر آتے تھے ۔ جن کے لمبے اور تیز دانت بھدّے جبڑوں کے باہر نکلے ہوئے تھے ۔ بعض فیل پیکر گینڈوں کی طرح تھے ۔ جن کی سخت اور کھُردری پیشانیوں پر سینگ نمودار تھے ۔ بعض تو بالکل گدھے ہی تھے جو پے در پے دولتیاں جھاڑتے چلے جا رہے تھے ۔ بعض نسناس قسم کے اِنسان تھے یعنی اُن کے ایک ہی پاؤں ' ایک ہی ہاتھ ' آدھا سَر ' آدھا مُنہ ۔ غرض کُل جسم سَر سے پَیر تک نِصف ہی نِصف تھا ۔ بعض مکروہ رینگنے والے کیڑوں کی طرح تھے ۔ اور بعض لنگوروں کی مانند نظر آتے

تھے۔ جن کی لمبی لمبی دُمیں تھیں۔ اور ان دُموں کے آخری سروں پر بچھّو کی ڈنک کی طرح ایک ایک زہر میں بھری ہوئی ڈنک تھی۔

شیطان نے زہرخند کیا۔ اور حقارت سے اُن غولوں کی طرف نگاہ اُٹھائی۔ اس کے ساتھ ہی یہ تمام عجیب وغریب غول سربسجود ہو گئے۔ شیطان نے ایک ایک غول کیطرف مخاطب ہو کر احکام دینے شروع کئے جب ایک حکم ہوتا تو اُن غولوں میں سے ایک غول اچھلتے کودتے اور عجیب غریب آوازیں نکالتے ہوئے میدان سے غائب ہو جاتا

شیطان کا پہلا حکم یہ تھا "تم جاؤ۔ دُنیا میں شاعری کرو۔ مگر دیکھو اپنی شاعری میں عورت اور شراب کے سوائے کسی تیسری چیز کا ذکر نہ کرنا۔ ہاں۔ البتہ کبھی کبھی تنوّع کی خاطر کچھ مرثیئے بھی لکھ لینا۔ اور دیکھو کبھی کبھی لیکن بہت کم چند قومی نظمیں بھی لکھ لیا کرو۔ تم جب اپنی شاعری میں عورت کی تعریف کرو گے اور بڑی کاوش سے اُس کا سُراپا کھینچو گے تو اُس کے نتائج خاطرخواہ نکلیں گے۔ بہت سارے نوخیز طالب علم، بہت سارے نیم تعلیم یافتہ اور نیم دماغ تمھاری شاعری سے متاثر ہو کر بہت جلد بلکہ بلوغ سے قبل ہی کسی نہ کسی فاحشہ کے دامِ فریب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اور چار مہینے چھ مہینے۔ یا شائد سال دو سال تک بڑی مسرور، پُرکیف، اور لذت بخش زندگی گزاریں گے۔ اس کے بعد ـــــ ہاں اس کے بعد کیا ہو گا؟ اُن کی صُورتیں مسخ ہو جائیں گی۔ اُن کے گال پچک جائیں گے۔ اُن کے سینے سُوکھ جائیں گے۔ اُن کے دماغ از کار رفتہ ہو جائینگے۔

وہ زندہ رہیں گے۔ مگر اس طرح کہ دُنیا اُن کی نظروں میں تاریک ہو جائے گی، اور مسرّت تو پھر ایک لمحہ کے لئے بھی اُن کے دلوں میں جگہ نہ پا سکے گی۔ اسی طرح تمہاری شراب کی تعریف بھی بڑی چیز ہو گی۔ بڑے بڑے ذہین بڑے بڑے طبّاع اور بڑے بڑے عقلمند اس آتش سیّال کے فدائی بن جائیں گے۔ کچھ دنوں تک اُن کی ذہانت بڑی بہادری دکھائے گی۔ اُن کی طبّاعی چاردانگ عالم میں مشہور ہو جائے گی۔ اور اُن کی عقلمندی کے دُنیا جہاں میں ڈنکے بج جائیں گے۔ مگر پھر ــــــ دو سال، چار سال کے بعد کیا ہو گا؟ اُن کے معدے غذاؤں کو ہضم نہ کر سکیں گے۔ اُن کے جگر پھول جائیں گے۔ اُن کے ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہو جائے گا۔ اُن کے دماغوں میں اتنی طاقت اور قوّت بلکہ روحانیت پیدا ہو جائے گی وقت واحد میں دس دس بیس بیس خیال تیزی سے آئینگے اور نکل جائینگے۔ پھر آئینگے پھر نکل جائینگے۔ یہ تماشہ بہت دنوں تک ہوتا رہیگا۔ اور اُن کی ذہانت اور طبّاعی کے دل دادہ بڑے حیران اور پریشان ہونگے کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ آخر میں یہ سب قدر دان اپنے سروں کو ہاتھ لگا کر نغمہ سرا ہوں گے۔ ع

حکیم نکتہ دانِ ما جنوں کرد

اور مرثیہ نگاری ـــــ میں اس کا مخالف نہیں ہوں، یہ چیز بھی میرے لئے بہت فرحت بخش ہے جب تم طرح طرح کے غم انگیز مبین کھینچو گے، طرح طرح کے

دِل دوز الفاظ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور تلاش کر کر کے استعمال کرو گے۔ تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ مَیں تمہاری کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھوں گا۔ اور بہت مسرور ہوں گا۔ دیکھو! انسان کو رُلانا بہت بڑا کمال ہے۔ یہ کمال اگر تمہیں حاصل ہو جائے۔ تو یقین کر لو کہ تم دُنیا کے بہت بڑے آدمی بن گئے۔ اور لازوال شہرت تمہارے حصے میں آ گئی۔ میں بہت زمانے سے اس دلچسپ کمال کو حاصل کرنے کی فکر میں ہوں مگر ابھی تک اس میں پوری طرح کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ خیر مجھے تمہاری ذہانت اور طبّاعی سے توقع ہے کہ تم ضرور کامیاب ہو گے۔ اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ وقت تک رُلاتے رہ سکو گے۔ تم اپنے مرثیوں میں میرے خاص الخاص کارندوں کی نسبت کیسے ہی الفاظ استعمال کرو۔ مثلاً شوم۔ شقی۔ ناپاک۔ پلید۔ بدگہر۔ بداصل۔ مادربخطا۔ مجھے اس سے کچھ رنج یا افسوس نہ ہو گا۔ بلکہ تمہارا فن تمھیں اجازت دے تو اور بہت ساری موٹی موٹی بلکہ مُغلّظ گالیاں بھی استعمال کرو۔ میں تم کو ہرگز منع نہیں کروں گا۔ کیوں کہ الفاظ کی طاقت سے میں بخوبی واقف ہوں مَیں اچھی طرح جانتا ہوں کہ الفاظ کیسے ہی استعمال کئے جائیں۔ اُن کی وجہ سے فاتح مفتوح نہیں ہو جاتا۔ اور نہ مفتوح فاتح بن جاتا ہے۔ فتح و شکست کے جو حقایق ہیں۔ اُن کو ہفت اقلیم کے تمام لُغات کے الفاظ بھی اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتے۔ بہرحال تم جیسے بھی الفاظ استعمال کرو۔ مَیں جانتا ہوں کہ انسان کے دِل پر ایک ہی اثر ہو گا۔ اور وہ بقول

اِس کے باطل کی فتح اور حق کی شکست کا ہوگا۔ وہ تمھارے مرثیے سُنتا جائیگا۔ اور روتا جائے گا۔ اُس کو اپنے آنسوؤں کے اندر سے نظر آئے گا کہ اقصائے عالم میں باطل کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اور حق کا عَلم سرنگوں ہے۔ وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو جائے گا۔ وہ سوچے گا کہ کیا دُنیا میں شیطان کی حکومت ہے؟ تمھارے مرثیے اپنے دردانگیز الفاظ کے ساتھ اُس کے سامنے آئیں گے۔ اور وہ کہے گا۔ بے شک۔ یہاں شیطان ہی کی حکومت ہے بس میرا مقصد پورا ہو جائے گا۔ انسان بھی کیا یاد کرے گا کہ میں کن کن طریقوں سے اُس کے دِل کو مسرتوں سے محروم کر رہا ہوں۔ اور قومی نظمیں —— ہاں یہ بھی کار آمد ہی ہیں۔ مگر مجھے ذرا شُبہ ہے کہ تم اِس میدان میں کامیاب ہوسکو گے۔ خیر کوشش کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ کبھی کبھی طبیعت کی جولانیوں کی آزمایش کرلیا کرو۔ ممکن ہے کہ بعض ناسمجھ اور بیوقوف انسانوں میں تمھاری اِن پاکیزہ قومی نظموں کی بدولت تھوڑی بہت قومی خصوصیات پیدا ہو جائیں۔ مَیں اِن قومی خصوصیات کو بہت زیادہ اہمیّت دیتا ہوں۔ یہ جس قوم میں سب سے زیادہ پائی جائیں گی۔ وہ قوم اُتنی ہی زیادہ مجھ سے قریب ہو گی۔ جاؤ۔ میں تم کو الفاظ پر حاکمانہ اقتدار عطا کرتا ہوں۔ اور تمھارے خیال کی پرواز کیلئے اسفل السّافلین کے دریچے کھول دیتا ہوں۔ تم کو تھوڑا سا ترنم بھی ملے گا۔ جس کی بدولت تم بڑے بڑے کارِ نمایاں انجام دے سکو گے۔

شیطان کا دوسرا حکم یہ تھا:-

تم جاؤ۔ دنیا میں ایڈیٹر بن کر زندگی بسر کرو۔ بڑے بڑے روزناموں۔ ماہ ناموں، اورسالناموں کے ادارتی فرائض انجام دو۔ تم سے میری بڑی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم میرے عظیم مقصد کی تکمیل میں بڑے ممدو معاون ہوگے ادارت کا ایک عام اور اہم اصول خوب ذہن نشین رکھو۔ وہ یہ کہ "اَلدُّنیَا غُرُوْر لَا یُحْصَلُ اِلَّا بِالْغُرُوْر" دنیا دھوکہ ہے، اور دھوکے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اپنے خریداروں کو طرح طرح سے دھوکہ دو۔ اور خوب جی بھر کر دھوکہ دو۔ نئی نئی خبریں جن کی کوئی اصلیت نہ ہو۔ بڑی دلچسپ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا کرو۔ خبروں کی سرخیاں دینا بہت قابلِ قدر کمال ہے۔ اس سے ہوتا یہ ہے کہ ایک معمولی سی خبر جس پر اور صورت میں کسی کی نظر بھی نہ پڑتی۔ سارے شہر میں بلکہ سارے ملک میں خوب مشہور ہو جاتی ہے۔ اور ایسی دلچسپ سرخیاں ایجاد کرنے والے اخبار کا مرتبہ بہت بلند ہو جاتا ہے۔ دوسرا اصول یہ پیشِ نظر رکھو کہ انسان لڑائی جھگڑے کی باتوں میں بڑی دلچسپی لیتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو لڑائی جھگڑے کی خبریں شائع کیا کرو۔ مگر سیدھی سادی خبریں شائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں ان میں ایسا نمک مرچ لگاؤ اور ان کو ایسے دلکش انداز میں لکھو کہ ہر شخص انکا مطالعہ بڑے اشتیاق سے کرے۔ لیکن اتنا ہی کافی نہیں۔ بلکہ ان کا اثر ایسا پیدا ہونا چاہیئے کہ ان خبروں کی بدولت اور دس بیس جھگڑے پیدا ہوں۔ اور

تم کو اپنے موقر اخبار کے لئے خوب مواد مل جائے۔ یہ تو خبروں کی حد تک ہوا۔ اب تم کو مضامین۔ مقالے۔ اور اداریوں کی نسبت بھی چند موٹے موٹے اصول بتا دیتا ہوں یقین ہے کہ اگر تم اُن کی پابندی کروگے تو دُنیا بہت جلد جہنم سے ٹکر کھانے لگے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ بھی لکھو خوب سوچ سمجھ کر لکھو۔ اور اس طرح لکھو کہ بات میں بات پیدا ہوتی چلی جائے۔ اور کوئی مسئلہ کبھی صاف نہ ہو۔ اس سے ہوگا یہ کہ تمہارے اداریوں۔ مقالوں اور مضامین کے جواب میں سینکڑوں اداریئے مقالے اور مضامین شائع ہوتے رہیں گے۔ اور اس سے تمہاری اور تمہارے اخبار کی خوب شہرت ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے ناظرین میں قومی خصوصیات پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کرو۔ یہ قومی خصوصیات کا نشو نما مجھے بہت ہی محبوب ہے۔ اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ دوسری قوموں نے جو خطرناک ایجادات کی ہیں۔ اُن کا حال نہایت وضاحت اور تفصیل سے شائع کیا کرو۔ اور آخر میں اس قسم کے جملے ضرور لکھ دیا کرو۔

(۱) کیا ہماری قوم اب بھی بیدار نہ ہوگی؟ (۲) کیا ہماری قوم کے پستی وجمود کو فنا کرنے کے لئے دشمن کے ہوائی جہاز اور بم کے گولے ہی درکار ہوں گے؟ (۳) سُنتے ہیں کہ ہماری قوم میں کسی زمانے میں کچھ مرد بھی تھے۔ مگر ہمیں تو آجکل ایک بھی مرد نظر نہیں آتا۔ مقالوں کی حد تک دو ایک اہم اصول خاص طور پر ذہن نشین کر لو۔ مقالوں کی زبان نہایت سنجیدہ اور عالمانہ ہونی چاہیئے۔ ورنہ انکا

کوئی اثر نہیں ہوگا۔ دوسرے ان میں اتنی کتابوں کے حوالے درج ہونے چاہئیں کہ پڑھنے والا حیران ہو جائے۔ اور اُس کی سمجھ میں آجائے کہ مقالہ بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد تیار ہوا ہے۔ اور اس میں چند ٹوٹی پھوٹی تصویروں کے نمونے چند بے ڈھنگے مکانوں کے نقشے وغیرہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ پڑھنے والے پر مقالہ کا کوئی خاص اثر نہ پڑے گا۔ ان سب باتوں کا خیال رکھو اور ان میں کمال پیدا کرو مگر اس کے علاوہ سب سے بڑے کمال کی بات یہ ہے کہ مقالہ اس انداز سے لکھو کہ پڑھنے والا اس کو پڑھ کر سمجھنے کی لاکھ کوشش کرے مگر اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ اس سے ہوگا یہ کہ انسان کو اپنی کوتاہ فہمی اور جہالت کا بڑی شدت اور تلخی سے احساس ہوگا۔ اور وہ اپنے کو جاہل اور کندۂ ناتراش تصور کرنے لگے گا۔ وہ تمہارے مقالوں پر جتنی جان کھپائے گا۔ اُتنا ہی مایوس ہوگا۔ بالآخر اسی ناکامی کا داغ لے کر عالمِ بقا کا راستہ لے گا۔ دیکھو یہ کام بڑی ذہانت اور عقل سے کرنے کا ہے۔ اگر تم نے ذرا بھی بے وقوفی یا حماقت کی تو انسان تمہارے دام میں نہ آئے گا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اس میدان میں پھونک پھونک کر قدم رکھو۔ اور کچھ ایسے طریقے اختیار کرو کہ انسان تمھارے پھندے میں پھنس کر ہی رہے۔"

شیطان کا تیسرا حکم یہ تھا "جاؤ۔ دنیا میں افسانہ نگاری کا پیشہ اختیار کرو۔ انسانیت کو مسرت سے محروم کرنے میں اس شریف پیشہ کی بھی خاص اہمیت ہوگی۔ یہ پیشہ بہت نازک ہے اور اس میں کسی شخص کو اُسی وقت کامیابی ہو سکتی ہے جب کہ

وہ نفسیات کا ماہر اور بہت ساری فنی معلومات رکھتا ہو۔ چھوٹے چھوٹے افسانے کثرت سے لکھا کرو۔ اور ساری دُنیا کے کثیرُ الاشاعت روزناموں۔ ماہناموں اور سالناموں میں شائع کرایا کرو۔ تم کو اپنے فنّی اور نفسیاتی افسانوں کی اشاعت میں تمہارے قابل بھائیوں یعنی مُدیرینِ جرائد سے بڑی مدد مِلا کرے گی۔ افسانہ نگاری میں ایک خاص الخاص اور اہم اُصول کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔ یعنی یہ کہ اپنا افسانہ شروع سے آخر تک کچھ اس انداز سے لکھّو کہ انسان کے خود ساختہ اخلاقی معیار جن کو وہ بہت عزیز رکھتا ہے، سب کے سب اُلٹ جائیں۔ مثلاً انسان کے نزدیک سچ بولنا ایک نیکی اور عمدہ عمل ہے لیکن تم اپنا افسانہ اس طرح لکھو کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ سچ بولنا فی الحقیقت کوئی نیکی نہیں ہے۔ بلکہ بے وقوفی اور کم عقلی کی دلیل ہے اُسے اپنے افسانے کی مدد سے واضح طور پر سمجھاؤ کہ سچ تو ہر بے وقوف اور کم عقل انسان بولا ہی کرتا ہے لیکن جھوٹ صرف ہوشیار۔ چالاک۔ اور بڑا ذہین آدمی ہی کہہ سکتا ہے۔ جھوٹ بولنا ایک بہت بڑا اور نازک فن ہے۔ جس میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے۔ جس کو فطرت سے بڑی ذہانت مِلی ہو۔ یا یہ کہ انسان عرصے سے دِل آزاری کو بُرا سمجھتا رہا ہے لیکن تم اپنے افسانوں سے ثابت کر دِکھاؤ کہ دِل آزاری سے بہتر کوئی صفت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کی بدولت ایک انسان دوسرے انسان کی حقیقی قدر وقیمت سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے۔ اگر زید بیوقوف ہے تو بکر کو چاہیئے کہ زید کی بے وقوفی کا طرح طرح سے اعلان کرتا رہے۔ اگر ایسا نہ کیا

جائے گا تو زید کی نسبت دُنیا دھوکے میں رہے گی۔ اور ایک بے وقوف شخص کی دِل آزاری کے مقابلہ میں دُنیا کو دھوکے میں رکھنا بہت بڑا عیب ہے۔ بہرحال اس اَمر کی ضرور کوشش کرو کہ اِنسان کے ہزارہا سال کے اخلاقی معیار سب کے سب اُلٹ جائیں۔ معائب کو محاسن اور محاسن کو معائب بنانے میں تم جتنے زیادہ کامیاب ہوگے۔ اُتنی ہی زیادہ مجھے اپنے مقصدِ عظیم میں کامیابی ہوگی۔ جب عام طور پر لوگ جھوٹ کو بہ حیثیت فن کے اِختیار کریں گے۔ اور دِل آزاری کو بڑی عمدہ صفت تصوّر کرنے لگیں گے۔ تو اُس وقت بُغض وعناد۔ کینہ اور دشمنی کی حکومت قائم ہوجائے گی۔ اور اِنسان کے دِل سے مسّرت اس طرح غائب ہوجائے گی۔ کہ گویا یہ اُس کے دِل میں کبھی آئی ہی نہیں تھی۔ معاملہ کِسی قدر اہم ہے۔ اِس لئے میں نمونۃً ایک افسانہ کا خاکہ بتاتا ہوں۔ اگر تم اِس خاکے کو پیشِ نظر رکھو گے تو اُمید ہے کہ تمہیں بڑی کامیابی نصیب ہوگی۔ مثلاً اپنا افسانہ اِس طرح شروع کرو۔ ہندہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی (یہاں اُسکی خوبصورتی کا ذکر بہت تفصیل اور وضاحت سے کرو۔ اور اپنا پُورا زورِ قلم دِکھاؤ) اُس کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ اُس کے ماں باپ بہت شریف اور امیر آدمی تھے مگر ذرا پُرانے خیال کے تھے (یہاں پُرانے خیال کے لوگوں کا خوب مضحکہ اُڑاؤ۔ اور اپنی دِل کش تحریر کی مدد سے ثابت کر دِکھاؤ کہ پرانے خیال کا آدمی کِتنا بے وقوف اور احمق اور سادہ لوح ہوتا ہے) ہندہ نے اپنے ماں باپ کی چوری سے گانا بجانا سیکھ لیا تھا۔ اور اِس فن میں اُسے اِتنا کمال حاصل ہوگیا تھا۔

کہ بڑے بڑے گویئے اُس کے سامنے کان پکڑتے تھے۔ (یہاں گانے بجانے کے فن کی بہت مدلّل تعریف لکھو) اور زیدؔ ایک بہت خوبصُورت لڑکا تھا۔ (زیدؔ کی خوبصورتی کی زیادہ تعریف کرنے کی ضرورت نہیں) زید کے ماں باپ غریب لوگ تھے مگر ایک رشتہ دار نے اُسے بڑی اچھّی تعلیم دلائی تھی وہ بی۔ اے میں پڑھتا تھا۔ اور اُس کے سارے ہم جماعت اُس کو بہت ہی ذہین سمجھتے تھے۔ (یہاں زیدؔ کی ذہانت کے دو چار قصّے لکھو کہ کس طرح وہ صرف چار روز محنت کرکے امتحانات میں اوّل آتا رہا) اس کے بعد لکھّو کہ زیدؔ نے ایک روز ہندؔہ کو گاتے ہوئے اور اتفاق سے اُس کے دوسرے ہی روز اُسے نہاتے ہُوئے دیکھ لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ زیدؔ ہندہ پر عاشق ہوگیا۔ اور ہندہ بھی زیدؔ پر عاشق ہوگئی۔ (یہاں عشق کی تفصیلات خوب دل کھولکر لکھو) نتیجہ یہ ہوا کہ ہندؔہ حاملہ ہوگئی (حاملہ ہونے کی تفصیلات جس قدر وضاحت سے بیان کروگے اُسی قدر تمہارا افسانہ پُرلُطف ہو جائے گا۔) زیدؔ نے بدنامی کے خوف سے اِسقاطِ حمل کے لئے اُسے اقسام اقسام کی اُدوِیہ لادیں۔ اور ہندؔہ نے بدنامی کے خوف سے یہ سب اُدوِیہ اِستعمال کیں۔ مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ بالآخر جب وضعِ حمل کا زمانہ بالکل قریب آگیا تو ہندؔہ نے افیون کھالی اور مرگئی۔ (یہاں ہندؔہ کی موت کی تفصیلات بہت ہی شرح و بسط سے بیان کرو۔ اور اِس سین کو اِتنا دَرد اَنگیز بناؤ کہ سَنگدل سے سَنگدل کا دِل بھی موم ہو جائے۔ اور اِسی سلسلے میں اِنسان کے مقرّرہ اَخلاقی مِعیاروں کی خوب خبر لو۔ اور لِکھّو کہ یہ تمام مِعیار محض واہیات ہیں۔ اور اِن

معیاروں کو جلد سے جلد فنا کر دینا نہایت ضروری ہے ۔ اور ایسا کرنے سے ہی انسانیت کی نجات ہو سکتی ہے ۔ بہر حال یہ موقع تم کو اپنے خاص الخاص مقصد کی تکمیل کے لئے بہت اہم ہے ۔ اپنے ہر افسانے میں ایسے مواقع ضرور پیدا کرو) ہندہ کے مرنے کے بعد کے واقعات اس طرح لکھو کہ زید صدمہ سے دیوانہ ہو گیا ۔ اور جنگلوں کی خاک چھانتا پھرنے لگا ۔ کامل دو سال تک وہ اسی طرح صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی کرتا رہا ۔ اس کے بعد ایک مشہور طوائف نے اسے دیکھ لیا اور اس پر بلا تامل عاشق ہو گئی ۔ اور وہ طوائف جو بہت دولت مند بھی تھی (یہاں اس طوائف کی دولت کے تذکرے تفصیل سے کرو) اس کو اپنے گھر لے آئی ۔ اس کی حجامت بنوائی اور کپڑے بدلوائے ۔ اور اس کو خوب میوے کھلائے ۔ آٹھ روز کے بعد اس طوائف نے جو اگرچہ ذرا زیادہ عمر کی تھی ۔ مگر بہت دولت مند اور حسین تھی ۔ زید سے نکاح کر لیا ۔ قصہ کا خاتمہ اس طرح کرو کہ اب میاں زید ایک بڑی عالیشان کوٹھی میں رہتے ہیں ۔ نوکر چاکر ، خدم حشم کی کوئی کمی نہیں ہے ۔ اور وہ طوائف میاں صاحب کی حد درجہ خاطر تواضع کیا کرتی ہے ۔ اس طور کے افسانے سے حسب ذیل نتائج نکلیں گے ۔

(۱) نوخیز اور نیم تعلیم یافتہ لڑکیاں ہندہ بننے کی کوشش کریں گی ۔ اگرچہ ہندہ کا انجام بہت دردناک ہے لیکن تم اس کے حسن کی ، اور اس کی لیاقت کی ، اور اس کی محبت کی ایسی ایسی تعریفیں کرو گے کہ نیم دماغ لڑکیاں اس کو اپنے لئے ایک نمونہ تصور

تصوّر کریں گی۔ اور ممکن ہے کہ اُن میں سے بعض فی الحقیقت ہندہ بننے میں کامیاب بھی ہو جائیں۔ اوہ! وہ گھڑی میرے لئے کتنی مسّرت بخش ہو گی جب تمھارے افسانوں سے متاثر ہو کر کوئی لڑکی ہندہ کی طرح عاشقی کرے گی۔ اور حاملہ ہو گی۔ اور آخر میں افیون کھا کر مرجائے گی۔ اس آدم کی بیٹی کو جسے محبت کرنے والے شوہر کی وفادار بیوی۔ ہنستے کھیلتے اور کلکاریاں مارتے بچوں کی مہربان ماں اور ایک مسّرت سے معمور گھر کی حسین ملکہ ہونا چاہیئے تھا۔ میں جب بدنامی کے خوف سے افیون کھا کر نزع کی تکلیف میں ایڑیاں رگڑتے دیکھوں گا۔ تو مجھے کتنی مسّرت ہو گی!! اور میرا انتقام کتنا مکمل ہو گا!!!

(۲) نوخیز اور نیم تعلیم یافتہ لڑکے زید بننے کی کوشش کریں گے۔ اُن کو یہ بات بڑی دلچسپ معلوم ہو گی کہ پہلے تو ایک شریف لڑکی کی عصمت بگاڑیں پھر کچھ دنوں تک جنگلوں کی ہوا کھائیں اور آخر میں ایک طوائف کی مدد سے امیرانہ زندگی گزاریں یہ افسانہ زندگی کے راستے اُن کو کتنے آسان کر کے دکھائے گا! اور اُن کے دماغوں میں کیسی کچھ خام خیالیاں بھر دے گا!! وہ لڑکے جنھیں اپنی ہمت اور محنت سے کچھ کمانا اور دوسروں کی پرورش کرنا چاہیئے۔ شب و روز طوائف کی دولت کے منتظر رہیں گے۔ طوائف کی دولت تو اُنھیں کبھی نہیں ملے گی۔ البتہ دولت کمانے کی تمام صلاحیتیں اُن میں سے غائب ہو جائیں گی۔

(۳) انسان کے وہ تمام اخلاقی معیار جن کو وہ ہزارہا سال سے عزیز رکھتا ہے۔

آہستہ آہستہ اپنا اثر کھو دیں گے۔ اور رفتہ رفتہ انسانیت مسرتوں سے محروم ہوتی جائیگی۔ اور میرا مقصدِ عظیم پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ انسانیت کو مسرتوں سے محروم کرنے میں تمھارا درجہ شاعروں اور ایڈیٹروں سے کچھ کم نہ ہو گا۔ جاؤ۔ میں تم کو کردار نگاری اور پلاٹ سازی کا کمال عنایت کرتا ہوں محنت اور دلچسپی سے کام کرو۔ نتائج یقیناً حوصلہ افزا نکلیں گے۔

شیطان کا چوتھا حکم یہ تھا۔

تم جاؤ۔ دفاتر میں اہلکاری کرو۔ تمھاری تنخواہ بہت کم ہوگی۔ مگر تمھاری آمدنی جس کو تم بالائی آمدنی کہا کرو گے تمھاری تنخواہ سے دہ چند بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگی سوسائٹی میں تمھارا درجہ بالکل معمولی ہوگا مگر تم اِس مزے سے زندگی گزارو گے۔ اور تعیشات زندگی پر اتنا روپیہ صرف کر سکو گے کہ تمھارے بالادست عہدہ دار بھی تم پر رشک کیا کریں گے۔ تم اپنی زندگی کے دو اصول مقرر کر لو۔ اور ان اصولوں کی نہایت سختی سے پابندی کیا کرو۔ تمھارا پہلا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ جس قدر ملے اور جہاں سے ملے رشوت حاصل کرو۔ اور دوسرا اصول یہ ہو کہ جس کسی کی ممکن ہو اور جتنی زیادہ ممکن ہو خوشامد کرو۔ رشوت اور خوشامد تمھاری زندگی کو کامیاب بنانے میں بڑے ممد و معاون ہوں گے۔ اور ان میں تم جس قدر کمال پیدا کرو گے اسی قدر دنیا میں سُرخرو ہو گے۔ اور اسی قدر انسانیت مسرتوں سے محروم ہوگی۔ بظاہر تمھاری حیثیت ادنے درجہ کی ہوگی۔ مگر یقین مانو کہ انسان کو مسرت سے محروم کرنے میں تمھاری حیثیت بڑے بڑے سرکش

حکامانِ ذوی الاقتدار سے کچھ کم نہ ہوگی ۔جو کام اُن حکامانِ ذوی الاقتدار سے انجام نہ پاسکے گا۔ تم اُسے بڑی آسانی سے کرلو گے ۔اور اس طرح کرلو گے کہ انسانیت خون کے آنسو بہاتی رہ جائے گی ۔پس جاؤ ۔دفاتر میں اہلکاری کرو۔ خوب رشوتیں کھاؤ ۔خوب خوشامدیں کرو ۔زندگی امن چین سے بسر کرو ۔تم کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا ۔اگر کوئی پوچھے بھی تو اس سے تمھارا کچھ نہ بگڑے گا ۔تمھارے پاس روپیہ ہوگا ۔جو دُنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے ۔اور اس طاقت کی مدد سے بڑے بڑے فرعون تمھارے پنجے میں اس طرح گرفتار رہیں گے جیسے عقاب کے چنگل میں غریب چڑیا گرفتار رہتی ہے ۔یا مکڑی کے جالے میں مکھی پھنس جاتی ہے ۔

خوشامد کرنی کوئی آسان بات نہیں ہے ۔بلکہ یہ بہت بڑا فن ہے ۔اور رشوت ستانی اس سے بھی زیادہ بڑا فن ہے ۔ان فنونِ لطیفہ میں کمال پیدا کرنے کے لئے بڑی ذہانت بڑی ذکاوت اور بڑی چالاکی کی ضرورت ہوتی ہے ۔میں تم کو پہلے خوشامد کرنے کے طریقے بتاتا ہوں یقین ہے کہ اگر تم ان طریقوں کو اختیار کرو گے تو بہت کامیاب رہو گے جب اپنے کسی افسرِ بالادست کی خدمت میں پہنچو تو اپنی صورت پر انتہائی مسکینی عاجزی اور خاکساری کے علامات پیدا کرو ۔اور اپنے حرکات و سکنات سے بار بار یہ ظاہر کرو کہ تم اس افسر سے بیحد مرعوب اور خائف ہو ۔اس کے بعد یہ دیکھو کہ اسکی طبیعت کا کیا رنگ ہے ۔اگر وہ ذرا غصّہ میں نظر آئے تو مرعوبیت اور خوف کے علامات کو انتہائی حدود تک پہنچا دو ۔اور ایسا ظاہر کرو کہ تم بالکل ہی بدحواس ہو گئے ہو ۔اگر

وہ ذرا بشاش معلوم ہو تو تم بھی بار بار مسکرا دیا کرو۔ مگر مسکراہٹ بڑے ادب کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اگر تمھارا نام نہاد افسر صوفی منش ہو تو اُس کے سامنے دست بستہ ہو کر عرض کرو کہ فلاں مقام پر ایک بڑے صاحب کرامت بزرگ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس موقع پر ان بزرگ کے کرامات کا اور اسی سلسلہ میں بڑے بڑے اولیاء اللہ کے کرامات کا تفصیل سے ذکر کرو۔ مثلاً اشارۃً کنایۃً پہلے یہ کہو کہ کس طرح فلاں بزرگ نے تم کو دعائے خیر دی تھی۔ اور کس طرح اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب تک تم سے تمھارا افسر خوش رہا ہے۔ اور کس طرح فلاں بزرگ نے خواب میں آکر تم کو تولد فرزند ارجمند کی بشارت دی تھی۔ اور کس طرح اُس کے نو مہینے بعد تمھارے مکان میں لڑکا تولد ہوا۔ لیکن اگر تمھارا افسر طوائفوں کا شیدائی نظر آئے تو پھر گفتگو اور انداز سے کرو۔ مثلاً اشارۃً کنایۃً پہلے یہ کہو کہ دنیا میں حسن و عشق بھی عجیب چیز ہے۔ اسی حسن و عشق کی بدولت آج دنیا میں لیلےٰ، مجنوں۔ شیریں، فرہاد۔ نل و دمن کے کیسے کیسے قصے مشہور ہیں۔ اس موقع پر ایک ٹھنڈی آہ بھرو۔ اور اپنے انداز سے یہ ظاہر کرو کہ تم بھی کسی پر عاشق رہ چکے ہو۔ تمھارے افسر بالا دست کو تم سے بڑی دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ وہ تمھارے حالات دریافت کرے گا۔ اور کوشش کرے گا کہ تمھارا خوب مضحکہ اڑائے۔ اُس کے مضحکہ اڑانے سے تم ہرگز ناراض نہ ہو۔ بلکہ ایسے ایسے تماشے کرو کہ اسے تمھارا مضحکہ اڑانے کا اور بھی موقع ملے۔ باتوں باتوں میں تین چار نامی گرامی طوائفین کا ذکر چھیڑ دو۔ اُن کے حسن کی تفصیلات بڑے شرح و بسط

سے بیان کرو۔ دو چار ہی ملاقاتوں میں یہ افسر تمہارا بندۂ بے دام بن جائے گا۔ اور اُس کے دربار میں تمہارا وہ اثر اور وہ رسُوخ پیدا ہو جائے گا کہ سب لوگ تم پر رشک کرنے لگیں گے۔ اور اگر بفرضِ مُحال تمہارے افسر کو سیاسی اُمور سے دلچسپی نظر آئی۔ تو تمہاری گفتگو کا ڈھنگ کچھ اور قسم کا ہونا ضروری ہے۔ پہلے یہ اندازہ لگالو کہ اُس کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ آیا وہ فرقہ وارانہ خیال کا آدمی ہے۔ یا آزاد خیال وطن پرست ہے۔ اُس کے فرقہ پرست ہونے کی صُورت میں اپنے فرقہ کی زبون حالی اور دیگر فرقوں کے مظالم کا رونا رو۔ اور تفصیلات اِس درد انگیز پیرائے میں بیان کرو کہ تمہارا افسر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اِس سے ہو گا یہ کہ تمہارے افسر کے دِل میں تم سے بڑی ہمدردی پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ تم کو دُنیا کا سب سے شریف اور رقیقُ القلب اِنسان تصوّر کرنے لگے گا۔ اگر اتفاق سے وہ وطن پرست نِکلا۔ تو پھر اُس سے کہو کہ دُنیا میں جتنی لڑائیاں اور فسادات ہوتے ہیں۔ وہ صِرف مذہب اور فرقہ پرستی کے باعث ہوتے ہیں۔ کیا اچھا ہو اگر دُنیا سے مذہب کو بیخ و بُنیاد سے اُکھیڑ ڈالا جائے۔ اور اس کے بجائے آزاد خیالی کی تبلیغ کی جائے۔ اِس افسر پر پہلے پہلے تمہاری اِن یاوہ گوئیوں کا کچھ اثر نہ ہو گا۔ اِس لئے تم اِس کو یقین دِلانے کے لئے کہ دَراصل تم بہت بڑے آزاد خیال اور مُحبّ وطن ہو۔ طرح طرح سے بار بار یہ کہتے رہو کہ فلاں انجمن کے ایک بڑے جلسہ میں مَیں نے ایسی تقریر کی تھی جس پر مولوی لوگ بہت بگڑ گئے۔ بلکہ بعض تو مجھے زدوکوب کرنے پر تیار ہو گئے۔

اور فلاں حاجی صاحب سے میں نے چند سوالات کئے تو وہ اُن کے جوابات تو نہ دے سکے۔ بلکہ بہت برافروختہ ہو گئے۔ اور آپے سے باہر ہو کر لگے گالیاں دینے۔ دو چار مُلاقاتوں کے بعد تمھارا یہ افسرِ بالادست تم کو پکّا آزاد خیال اور وطن پرست سمجھنے لگے گا۔ اور تمھارے اثر و رسوخ کا یہ عالم ہو جائے گا کہ تم کو نہایت آسانی سے دس کے بجائے پچاس رشوت میں ملنے لگیں گے۔

اگر تم بڑے نصیبے والے اہلکار ہو تو کبھی کبھی تمھیں کسی بہت بڑے عہدہ دار سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا کرے گا۔ اس بڑے عہدہ دار کے دربار میں تمھیں گفتگو کرنے اور اپنے کمالات ظاہر کرنے کا موقع نہ مل سکے گا۔ اس صورت میں خوشامد کا ایک بالکل جُداگانہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اس طریقہ کو اصطلاح میں خاموش خوشامد کا طریقہ کہتے ہیں۔ خاموش خوشامد کرنے کے لیے بڑی مہارت اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی صرف اپنے حرکات وسکنات سے ہی خوشامد کا حق ادا کرنا پڑتا ہے اس کے لئے تھوڑی بہت ایکٹنگ کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ جب کسی بڑے عہدہ دار کے دربار دَربار میں پہنچو تو نہایت اَدب سے دست بستہ ہو جاؤ۔ اور جیسے ہی وہ تمھاری طرف نظر اٹھائے جُھک کر تسلیمات بجالاؤ۔ اگر اُس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو پھر ایک دفعہ اور تسلیمات بجالاؤ۔ اور کرسی پر اس طرح بیٹھ جاؤ کہ چوتڑ دل کا صرف ذرا سا حصّہ کرسی پر ٹکے۔ اس کے بعد ہاتھ باندھ لو۔ اور نظریں نیچی رکھو چہرے پر غربت اور بیکسی کے آثار پیدا کرو۔ اُس کی باتوں کو ایسی توجہ سے سنو کہ گویا

گویا کوئی صاحبِ حال مُرشِد تصوّف کے بڑے اہم نکات بیان کر رہا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جب اور لوگ آ جائیں اور تمھیں وہاں سے رخصت ہو جانا مُناسب نظر آئے تو ادب کے ساتھ کُرسی پر سے اُٹھ جاؤ اور بہت ہی جُھک کر آداب بجالاؤ۔ اگر یہ عہدیدار ذرا اُشنا پیشہ اخلاق کا آدمی ہُوا۔ اور اُس نے تُم سے مُصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ تو تیزی سے آگے بڑھو اور اُس کے ہاتھ کو اِس گرم جوشی اور عقیدت سے چُومو کہ سب دیکھنے والوں کو یہ احساس ہو کہ تُم اُس کو نہ صِرف ایک بڑا عہدہ دار بلکہ اپنا مُرشِد اور رہنما بھی تصوّر کرتے ہو۔

یہ "خاموش خوشامد" بعض اوقات "گویا خوشامد" سے زیادہ کام کر جاتی ہے پس اِس میں تُم کو بڑی محنت اور جانفشانی سے کمال پیدا کرنا ازبس ضروری ہے۔

یہ تو خوشامد کی نسبت ہُوا۔ اب تمھیں رِشوت ستانی کے گُر بتاتا ہوں۔ خُوب کان کھول کر سُنو! ان باتوں سے تمھیں بڑے بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ رِشوت ستانی کا فن بڑا مُشکل اور نازک فن ہے۔ اِسمیں عقل کی بہت ضرورت پڑتی ہے۔ جو آدمی جتنا زیادہ عقلمند اور ذہین ہوتا ہے اُتنا ہی اس فنِ شریف میں کمال پیدا کر سکتا ہے۔ بلکہ صِرف عقلمندی اور ذہانت ہی کافی نہیں۔ اِس کے علاوہ لالچ اور حرص اور سنگدلی کی بھی بہت سخت ضرورت ہے۔ کوئی آدمی محض عقلمندی اور ذہانت سے تاوقتیکہ اُسمیں لالچ اور سنگدلی بھی کافی حد تک موجود نہ ہوں۔ اِس فن میں زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتا پس تُم کو چاہیئے کہ اپنے اندر ان بلند صِفات کو پیدا کرنے کی پوری پوری

کوشش کرو۔ اور کسی کی گریہ وزاری اور آہ و بکا سے مُطلق متاثر نہ ہوا کرو۔ کیونکہ اگر تم میں اِس قسم کی کمزوریاں موجود رہیں گی۔ تو تم کچھ فائدہ حاصل نہ کرسکو گے۔ میں تمہیں نہایت تفصیل سے بتلاتا ہوں کہ تم کو حاجتمندوں کے ساتھ کس طریقے سے پیش آنا چاہیئے۔ جب تم اپنے دفتر میں چھوٹی سی میز کے آگے ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھو تو اپنے چہرے پر انتہائی خشونت اور کرختگی کے آثار پیدا کرو۔ میز کے دونوں جانب مثلوں کے انبار لگالو۔ اور ظاہر یہ کرو کہ تم بے انتہا محنت اور مشقّت سے کام کیا کرتے ہو۔ اگر کوئی حاجتمند تمہارے قریب آنے لگے تو تم اُسکی طرف ایسی تیز نظر سے دیکھو کہ گویا تم اُس کو کچا چبا جاؤ گے۔ وہ غریب اگر باوجود تمہارے اِس طرزِ عمل کے اور آگے بڑھے اور تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہے تو یہ اندازہ لگاؤ کہ آیا وہ کوئی مفلس اور قلاش انسان ہے یا کوئی سفید پوش ہے۔ اگر وہ بےچارہ بالکل غریب نظر آیا۔ تو تم اُسے اِس طرح دھتکار دو جس طرح کوئی اُجڈ سپاہی کسی کھجلی بھرے کُتّے کو دھتکارتا ہے۔ اور اگر وہ ذرا سفید پوش معلوم ہوا تو خاموشی سے اپنے کام میں مصروف رہو۔ جب وہ تم کو اپنی طرف متوجہ کرے تو تم فوراً اُٹھ کھڑے ہو اور اُس سے معافی مانگو کہ کثرتِ کار کی وجہ سے تم اُس کو دیکھ نہیں سکے۔ اِس کے بعد اُس کو اپنے قریب ہی کرسی پر بٹھالو۔ اور ایک پیالی چائے سے اُس کی تواضع کرو۔ اور بڑی دل دہی سے اُس کے حالات دریافت کرو۔ وہ تم سے اپنی غرض بیان کرے گا۔ اُس کو سُن کر تم اپنی بھویں سُکیڑ لو اور دو منٹ کے وقفہ کے بعد کہو "بڑی مشکل ہے! آج کل کا زمانہ بڑا نازک ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔"

یہ کہہ کر کام میں مصروف ہو جاؤ۔ پندرہ بیس منٹ تک مثلوں پر آڑی ٹیڑھی لکیریں کھینچتے بیٹھے رہو۔ اس کے بعد یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اب کام ختم ہوا ہے۔ اس سفید پوش کی طرف توجہ کرو۔ اور دورانِ گفتگو میں اس پر ظاہر کرو کہ تمھارا افسر بالا دست بڑا ہی بیوقوف۔ نالائق۔ اور کندۂ ناتراش ہے۔ اور طبیعت کا سخت پاجی اور کمینہ انسان ہے۔ اس موقع پر اگر فرصت ہو تو اس افسر کی شراب خواری، جوے بازی اور رشوت ستانی کے تذکرے بہت ہی تفصیل کے ساتھ کرو۔ اور یہ بالکل بھول جاؤ کہ یہ وہی افسر ہے جس کے ہاتھ کو تم نے صرف ایک روز قبل اس گرمجوشی اور عقیدت سے بوسہ دیا تھا۔ کہ گویا وہ تمھارا مرشد اور پیشوا ہے۔ تمھارا سفید پوش دوست ان باتوں کو سن کر پریشان ہو جائے گا۔ جب دیکھو کہ وہ مایوس ہو رہا ہے۔ تو ایسے موقع پر آہستہ سے کہو "مگر اس افسر کی ایک بات بڑی اچھی ہے کہ اپنے ماتحتین پر بہت اعتبار کرتا ہے۔ اہلکار جو کیفیت مثل میں لکھ دے بس اسی کے موافق تجویز کر دیتا ہے"۔ اب تمھارا سفید پوش دوست تمھارے پھندے میں گرفتار ہو جائیگا۔ اور وہ یقین کرے گا کہ اگر تم نے کیفیت اس کے موافق لکھ دی۔ تو بس تجویز یقیناً اس کے موافق ہو جائے گی۔ وہ بڑی عاجزی سے تم سے درخواست کرے گا کہ اس کے موافق کیفیت لکھی جائے۔ اب تم ذرا بیرخی کا اظہار کرو۔ اور کہو کہ کیفیت لکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے بڑی دردِ سری کا کام ہے۔ اور روئیداد کے خلاف کیفیت لکھنا بہت خطرناک ہے۔ اگر یہ افسر نہ دیکھے تو اس کیا ہوتا ہے ہا اور پچاسوں

تنقیح کنندہ عہدہ دار آتے ہیں اور دفتر کی تنقیح فرماتے ہیں۔ اگر کوئی کیفیت غلط نظر آئے۔ تو اہلکار کا گلا کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہ باتیں سُن کر تمھارا دوست آہستہ سے دس رُوپیہ کا نوٹ تمھارے ہاتھ میں رکھ دے گا۔ اور تم سے بڑی عاجزی سے اِلتجا کرے گا کہ کیفیت اُس کے موافق لکھدو۔ تم نوٹ تو اپنے جیب میں داخل کرلو۔ اور اُس سے کہدو کہ دوسرے روز آ جائے۔ اِس طرح اُس کو آٹھ دس روز تک متواتر چکر دیتے رہو۔ اب تمھارے سفید پوش دوست کو عقل آئے گی اور وہ سمجھ لے گا کہ دس رُوپے تو مُوافق کیفیّت لکھنے کا مُعاوضہ تھا۔ جلد کیفیّت لکھنے کے لئے کُچھ اور دینا ہی پڑیگا۔ چُنانچہ وہ آہستہ سے پانچ رُوپے تمھارے ہاتھ میں رکھ دے گا۔ اور کہے گا کہ میں سخت پریشان ہُوں۔ براہِ کرم کیفیّت جلد لکھ کر مثل پر تجویز حاصل کرلیجئے۔ اِس موقع پر تم اُس سے بڑی خندہ پیشانی سے گفتگو کرو۔ اور کہو کہ آپ مطلق فکر نہ فرمائیے۔ کل اور پرسُوں تو تعطیلات ہیں۔ ترسُوں دفتر کھُلے گا۔ آپ ترسُوں ایک بجے تشریف لائیے۔ اِنشاء اللہ تجویز حاصل کرلوں گا۔ مُقرّرہ دِن وہ ضرور آئے گا۔ اُس وقت تم اُس سے کچُھ نہ کہو۔ بلکہ اُسے ساتھ لے کر کسی ہوٹل میں گھُس جاؤ۔ وہ غریب جلد حالات معلُوم کرنے کے لئے بیتاب رہے گا۔ اور تم کو خوش کر کے حالات معلوم کرنا چاہے گا لازمی طور پر وہ تمھارے لئے آدھی پلیٹ بریانی۔ چار سموسے اور دو بیضہ کباب اور کچُھ میٹھا اور اِس کے بعد ایک چائے کی پیالی اور ایک پان اور ایک گولڈفلیک کی ڈبیا منگوا دے گا۔ تم بریانی اور سموسے اور کباب اور میٹھا مزے سے نوش جان

کرجاؤ۔ پھر چائے کی پیالی ختم کرو۔ اور پان کا بیڑا چبا جاؤ۔ اور بڑے اطمینان سے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے اُس سے کہو کہ آج میں تجویز لینے کے لئے مثل اجلاس پر سے گیا تھا۔ بلکہ مثل ملاحظہ میں پیش تک کر دیا تھا۔ اور واقعات بیان کر رہا تھا کہ یہ اور اہلکار جو بہت چلتا پُرزہ اور بدمعاش ہے۔ وہاں آگیا۔ اور بلا وجہ مداخلت کر کے کہنے لگا کہ "ہائیں! اس مثل کی روئیداد تو کچھ اور ہے۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں" یہ سُن کر میں بڑا سخت پریشان ہو گیا۔ جھٹ بات بنا کر صاحب سے کہا کہ یہ مثل غلطی سے پیش ہو گئی ہے۔ اس کی تاریخ پیشی دوسری ہے۔ اصل میں یہ دوسری مثل آج پیش کرنے کی تھی۔ اس مثل کو تاریخ پیشی پر پیش کروں گا۔ خیریت گزری کہ صاحب نے کچھ شُبہ نہیں کیا۔ ورنہ بڑی مُصیبت تھی۔ میرے اجلاس سے واپس آنے کے بعد وہی بدمعاش اہلکار میرے پاس آیا اور کہا "کیوں حضرت! الگ الگ مزے کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ نہیں بھائی۔ تُم کو بھی کچھ حصّہ مِل جائے گا۔ تو جناب کچھ اُسے بھی دے دیجئے۔ ورنہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ یہ نئی اُفتاد سُن کر تمہارا دوست چکر کھا جائے گا۔ پہلے تو وہ سوچ میں پڑے گا کہ کیا کرے۔ پھر غور کرے گا کہ اب تک اُس کے پندرہ رُوپے تو خرچ ہو ہی چکے ہیں۔ اور ہوٹل کا صرفہ اور دفتر گردی کا صرفہ مزید براں ہے۔ ان اُمور کا خیال کر کے وہ اور کچھ رُوپے دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ اور تمہارے ہاتھ میں اور پانچ رُوپے رکھ دے گا۔ اب تم اُس کو پھر دوسرے روز آنے کے لئے کہو۔ اور دفتر آکر اطمینان سے کام میں مصروف ہو جاؤ۔

دوسرے روز یقین ہے کہ وہ پھر آئے گا۔ اُس وقت تم اُس سے کہو "جناب! آپ بار بار یہاں تشریف نہ لایا کیجئے۔ یہ دفتر ہے کچھ بازار نہیں ہے" وہ تمھارے اِس سرد مہرانہ برتاؤ پر بہت پیچ وتاب کھائے گا۔ کہے گا کہ "مناسب ہے۔ میں اب سے نہیں آؤں گا۔ مگر میرے بیس رُوپے تو واپس فرمایئے"۔ اب تم کہو۔ کہاں کے رُوپیے؟ کیا آپ مجھ پر رشوت لینے کا الزام لگاتے ہیں۔ بس یہاں سے ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جایئے۔ ورنہ آپ کو چپراسیوں کے ذریعہ نکلوا دوں گا۔ یہ سُن کر تمھارے دوست کی حالت غُصّے سے غیر ہو جائے گی۔ وہ کھڑا ہو جائے گا۔ اور تم کو سخت سُست کہنے لگے گا۔ اب تم زور سے چیخ کر کہو "اجی جناب سیّد صاحب! اجی جناب شیخ صاحب۔ اجی حضرت خاں صاحب۔ اجی پنڈت جی مہاراج۔ اجی مولوی حبیب اللہ صاحب۔ اجی مسٹر رام لنگم صاحب۔ اِدھر آیئے۔ اِدھر آیئے۔ یہ دیکھئے کیا تماشا ہے۔ یہ حضرت مجھ پر رشوت ستانی کا الزام لگا رہے ہیں۔ واللہ باللہ میں اِن کو جانتا تک نہیں۔ یہ کون ہیں؟ میں نے اِن کی صُورت آج سے پہلے کبھی دیکھی ہی نہیں۔ یہ چیخ پُکار سُن کر تمھارے دوست جمع ہو جائیں گے۔ اور اُس غریب کی خوب تھُکا فضیحتی کریں گے۔ اِس غریب کو سلامتی اِسی میں نظر آئے گی کہ چُپکے سے وہاں سے چل دے۔ وہ اپنے گھر واپس جائے گا۔ اور تنہائی میں اپنے نقصان اور اپنی رُسوائی اور اپنی بے عزّتی پر غور کریگا۔ اُس وقت غم و غصّہ سے اُس کی ایسی حالت ہو جائے گی۔ کہ دُنیا اُسے تاریک نظر آنے لگے گی۔ اور وہ اپنے دِل سے سوال کرے گا "کیا دُنیا میں شیطان کی حکومت ہے؟

اُس کا دل اُسے جواب دے گا۔ ہاں، ہاں! یہاں شیطان کی حکومت ہے پس میرا مقصدِ عظیم حاصل ہو جائیگا۔ میں اُس وقت بہت مسرور ہُوں گا۔ اور تم کو بڑے بڑے انعامات عطا کروں گا۔ جاؤ۔ جلد جاؤ۔ دفاتر میں اہلکاری کرو۔ اور اِنسان کے دل کو مسرتوں سے محروم کرو۔

اِس کے بعد شیطان نے اور دو چار اَحکام دیئے جن کو بخوفِ طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خاص کر اِس وجہ سے کہ ناظرین اپنے دماغوں پر زور ڈال کر خود اندازہ کر لیں کہ یہ دو چار احکام کس نوعیت کے ہُوں گے۔ اور کس قسم کے غولوں کو دیئے گئے ہوں گے ⁂

حصّہ چہارم

جب اِس وسیع مَیدان سے آخری غول بھی چلا گیا تو وہاں عجیب سناٹا چھا گیا حدِ نظر تک ہُو کا مَیدان نظر آنے لگا۔ شیطان کچھ دیر تک غور و فکر کی حالت میں اپنے بلند اور عظیم تخت پر خاموش بیٹھا رہا۔ اِس کے بعد اُس نے اپنے دو نو ہاتھ پھیلائے اَور زور سے دستک دی۔ اِس شیطانی دستک کی آواز فضائے بسیط میں گونج گئی۔ اَور رفتہ رفتہ اُس میں گُم ہو گئی۔ شیطان نے ایک دفعہ اَور اَپنے ہاتھ پھیلائے اَور پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ ایک اور دستک دی۔ دیر تک فضا میں گونج پیدا ہوتی رہی۔ سمندروں میں تلاطم ہونے لگا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ گونج بھی غائب ہو گئی۔ اَب شیطان نے تیسری اور آخری دفعہ اپنے دونو بازو اِنتہائی وسعت تک پھیلائے

بڑی قوت اور شدّت کے ساتھ ایک اور دستک دی۔ ایک ہولناک گونج بلند ہوئی
اور دیر تک فضائے بسیط میں ارتعاش ہوتا رہا۔ سمندروں کے پانی میں اتنا تلاطم
ہوا کہ بڑے بڑے پہاڑ ڈوب گئے۔ عناصر کی کشمکش سے قیامت کا نمونہ نظر آنے
لگا۔ رفتہ رفتہ۔ اور بہت دیر کے بعد یہ گونج کم ہونے لگی۔ اور اب افق پر سیاہ
بادل نمودار ہوا۔ جو چند لمحوں میں سارے آسمان پر پھیل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی
ہولناک آندھی چلنے لگی۔ فضا میں بڑی وحشتناک تاریکی پھیل گئی۔ ابر کا رنگ اتنا سیاہ
تھا کہ دن کے وقت رات کا سماں بندھ گیا۔ یہ کیفیت تھوڑی دیر تک رہی۔ اس
کے بعد اس ابر سے خون کی بارش شروع ہوئی۔ انسانی خون کے بڑے بڑے بوند
آسمان سے ٹپاٹپ گرنے لگے۔ یہ جس چیز پر گرتے اسے جلا کر راکھ کر دیتے۔ تناور
درخت آن کی آن میں سوکھ گئے۔ سمندروں کا پانی بھاپ بن کر اڑ گیا۔ عظیم الشان
پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے بعد یہ خونیں بارش موقوف ہوئی۔ مگر اس
کے فوراً ہی بعد آسمان پر سیاہ ابر کے آغوش میں آتشیں رنگ کے مہیب اور
عظیم الجسامت تارے ٹوٹنے لگے۔ منظر اتنا ہولناک ہو گیا کہ تخیّل کی آنکھیں بھی بند
ہونے لگیں۔ بارے کچھ دیر کے بعد تاروں کا ٹوٹنا موقوف ہوا۔ اور فضا کے
تکدّر میں بھی کسی قدر کمی ہوئی۔ اب ایک اور تماشا نظر آیا۔ شیطان کے بلند اور
عظیم تخت کے سامنے ایک وسیع چبوترہ تھا۔ اس چبوترے پر ہیبتناک خبیث روحیں
آہستہ آہستہ اور یکے بعد دیگرے اترنے لگیں۔ یہ روحیں بڑی عظیم الجثہ اور ہیبتناک نظر

آتی تھیں۔ ان کے چمگادڑوں جیسے پر تھے۔ مگر پہلی خبیث روحوں کے مقابلہ میں بے انتہا بڑے اور بہت ہی سیاہ تھے۔ ان کے لمبے لمبے ناخن خنجروں کی طرح تھے۔ اور اُن کی بڑی بڑی آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا۔ یہ روحیں ابرک کے آغوش سے نمودار ہوتیں۔ اور آہستہ آہستہ بڑے وقار اور تمکنت کے ساتھ شیطان کے تخت کے سامنے کے چبوترے پر اترتیں۔ اور اپنے سروں کو ذرا سا خم کرکے اُن بڑی فولادی کرسیوں پر جو تخت کے آس پاس رکھی ہوئی تھیں بیٹھ جاتیں وہ شیطان سے بیٹھنے کی اجازت بھی نہ لیتیں۔ بلکہ خود ہی مغرورانہ انداز سے کرسیوں کی طرف چلی جاتیں اور وہاں بیٹھ جاتیں۔ ان خبیث روحوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ سات آٹھ تھی اور اُن کے انداز سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شیطان سے اپنے کو کچھ زیادہ کمتر نہیں سمجھتی ہیں۔ جب یہ سات آٹھ خبیث روحیں فولادی کرسیوں پر آن بان کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ تو شیطان نے بلند اور صاف آواز میں کہنا شروع کیا "میرے عزیز دوستو! مجھے معاف کرو کہ میں نے کائنات کے بعید ترین گوشوں سے تمھیں یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔ مگر کیا کیا جائے؟ کام ہی ایسا ضروری اور اہم ہے۔ کہ بغیر تمھیں، جو میرے دستِ و بازو اور دل و دماغ ہو، بلانے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔" یہ سن کر ایک خبیث روح جو شیطان سے ذرا زیادہ قریب تھی۔ بڑے مغرورانہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

برادرِ محترم! معذرت کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کو

جب کوئی بہت ہی اہم کام درپیش ہوتا ہے۔ اسی وقت آپ ہم کو طلب فرماتے ہیں۔ اپنا مطلب بیان کیجئے۔ ہم آپ کو مدد دینے کے لئے ہر طرح آمادہ اور تیار ہیں"۔
یہ چند الفاظ کہہ کر وہ خبیث روح بڑی شان سے اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔
شیطان نے کہنا شروع کیا۔
اے میرے عزیزو۔ تم کو اس بات کا تو علم ہو چکا ہوگا۔ کہ آج کل کائنات پر میں حکمران ہوں معلوم نہیں مجھے اس حکمرانی کا کتنے دنوں تک موقع ملے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس موقع سے، جو محض اتفاق سے مجھے مل گیا ہے۔ پورا پورا فائدہ اٹھاؤں۔ اور انسان سے، جو میرا ازلی دشمن ہے۔ قرار واقعی انتقام لوں۔ تم جانتے ہو کہ آدم کی وجہ سے مجھے کیا کیا مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ اور کیسی کیسی ذلتیں نصیب ہوئیں۔ ان مصائب اور ذلتوں کا خاتمہ ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ بلکہ ان میں روز افزوں ترقی ہی ہوتی جا رہی ہے۔ پس اب میں چاہتا ہوں کہ انسان سے ایک فیصلہ کن اور آخری انتقام لوں۔ اور ایسا زبردست انتقام لوں کہ اسے بھی چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ اور وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو کر خود اپنے ہاتھوں اپنا خاتمہ کر لے۔ ہزارہا سال سے میں اور تم سب انسان سے انتقام لینے کی تدابیر پر غور کرتے رہے ہیں۔ اور ان میں سے بعض پر ہم نے عمل بھی کیا ہے۔ مگر میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ابھی تک ہماری تدابیر کچھ زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہوئی ہیں۔ ہم نے انسان سے اُن مصائب اور ذلتوں کے مقابلے میں جو

ہمیں برداشت کرنی پڑی ہیں عشرِ عشیر بھی انتقام نہیں لیا۔ انتقام کی آگ میرے سینے میں ہزار سال سے بھڑک رہی ہے اور میری ہستی کو جلائے جارہی ہے ۔ اس کے شعلے آسمانوں سے اونچے ہو رہے ہے ۔ مگر افسوس کہ ابھی تک انسان موجود ہے ۔ اور مزے کی زندگی گزار رہا ہے ۔ تم نے بھی' جن پر مجھے خود اپنی ذات سے زیادہ بھروسہ ہے کوئی تدبیر ایسی نہیں نکالی کہ میں اس انتقام کی آگ کو تھوڑی بہت حد تک ہی فرو کرسکتا ۔ تم بھی کیا کرسکتے تھے ۔ میری طرح تم بھی مجبور تھے ۔ خیر میری اس تلخ نوائی کو معاف کرو ۔ اور غور سے سنو کہ اب میں نے انسان سے بدلہ لینے کی ایک بالکل اچھوتی ترکیب نکالی ہے ۔ اور چونکہ میں آج کل کائنات پر حکمران ہوں ۔ اس ترکیب پر عمل بھی شروع کردیا ہے ۔ مگر تا وقتیکہ تم مجھے مدد نہ دو کم توقع ہے کہ اس ترکیب میں مجھے اُس حد تک کامیابی نصیب ہو جس حد تک کہ میں کامیابی کا آرزومند ہوں ۔ مجھے یقین کامل ہے کہ تم میری ہر طرح مدد کروگے ۔ کیوں کہ انسان جس طرح میرا ازلی دشمن ہے ۔ اُسی طرح تمھارا بھی ازلی دشمن ہے ۔"

سب روحوں نے ہم آواز ہو کر کہا " بے شک ۔ بے شک ! انسان سے انتقام لینا ہمارا دین ۔ ہمارا ایمان ۔ اور ہماری ہستی کا آخری مقصد ہے ۔

شیطان نے کہا " کیا تمہیں کچھ اندازہ ہوا کہ میری ترکیب کیا ہے ؟" ایک خبیث روح نے جواب دیا " ہاں ہاں ہمیں اندازہ ہوچکا ہے ۔ مگر آپ خود بیان کریں تو بہتر ہے "

شیطان نے مسکرا کر کہا۔ "بے شک تمھیں اندازہ ہو چکا ہوگا۔ ترکیب بالکل سیدھی سادی ہے۔ تعجب ہے کہ اب تک ہمارے ذہن اُس کی طرف کیوں منتقل نہیں ہوئے۔ انسان کے اعمال وافعال اور تخیلات وتصورات کا جائزہ لینے کے بعد صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف مسرت کے لئے دنیا میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ وہ جو کام بھی کرتا ہے۔ جو خیال بھی پکاتا ہے اسی مسرت کے لئے کرتا اور پکاتا ہے۔ ہم نے اب تک اس روشن اور واضح حقیقت پر کبھی غور نہیں کیا تھا۔ اور اس کو سمجھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ ہم حماقت سے اب تک یہ سمجھتے رہے کہ انسان کو دولت کی خواہش ہے۔ حکومت کی تمنا ہے شہرت کی آرزو ہے۔ وہ عزت کا طالب ہے۔ تقدس کا خواہاں ہے۔ مذہب کا پرستار ہے۔ علم کا شیدائی ہے۔ یہ سب غلط ہے۔ وہ صرف مسرت چاہتا ہے صرف مسرت۔ چاہے وہ کہیں سے اور کسی طرح ملے ہم اپنے غلط اندازوں سے گمراہ ہو کر اُسے دولت عزت۔ حکومت۔ مذہب۔ علم وغیرہ سے محروم کرنے کی فکر میں رہے۔ مگر اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ دولت سے محروم ہو کر بھی وہ زندہ رہا۔ اور خوش رہا۔ حکومت سے محرومی بھی اُسے زندگی سے بیزار نہ کر سکی جہالت سے اُس کا کچھ نہ بگڑا۔ وہ پہلے کی طرح گاتا بجاتا ہنستا کھیلتا زندہ ہی رہا۔ اب مجھے انسان کی دُکھتی رگ ملی ہے۔ انسان کو مسرت سے محروم کر دو۔ پھر دیکھو وہ زندہ رہتا ہے۔ یا پھانسی لے کر مر جاتا ہے۔"

شیطان کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر اس موقع پر سب خبیث روحیں اپنی اپنی کرسیوں پر اچھل پڑیں۔ اور ایک ساتھ کھڑی ہوگئیں اور ہم آواز ہو کر فرمانے لگیں :-

مرحبا! مرحبا!! اے برادرِ محترم! بلاریب آپ ہم سب کے سردار ہیں۔ اب اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ فرمائیے کہ ہم آپ کی کس طرح مدد کریں؟

شیطان نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر کہنے لگا۔

" تو اب ہمیں انسان کو کسی چیز سے محروم کرنے کی ضرورت نہیں۔ دولت، حکومت، عزت، شہرت اور علم۔ اسے سب کچھ دو مگر ایک "مسرت" اسے حاصل نہ ہونے دو۔ بس مسرت سے اسے محروم کردو پھر ہماری کامیابی اور انسان کی تباہی یقینی ہے"

میرے عزیز دوستو! اس موقع پر میں تمھیں چند مشورے دینا چاہتا ہوں۔ ان کو میرے مشورے سمجھو۔ احکام نہ سمجھو۔ چونکہ میں نے اس مسئلہ پر بہت کچھ غور کیا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ مجھے تمھیں مشورے دینے کا حق پیدا ہو گیا ہے سنو! اب تمھیں کرۂ ارضی کی طرف جانا۔ اور وہاں سکونت اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ میں نے انسان کو مسرت سے محروم کرنے کے لئے اپنے لکھو کھا کارندوں کو کرۂ ارضی کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ مگر جب تک تم بہ نفسِ نفیس وہاں نہ جاؤ ان کارندوں سے کوئی بہت بڑا کارنمایاں انجام نہ پا سکے گا۔ لہٰذا میرا یہ مشورہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک دنیا میں جائے اور وہاں کے سب سے زیادہ مہذب اور آباد ممالک میں سے کسی ایک ملک کو اپنی سکونت کے لئے انتخاب کر لے۔ اس کے بعد وہاں تم کو

اپنی چالاکی اور دھوکہ بازی اور بالخصوص اپنے دماغ کی شیطانی قوتوں کی مدد سے بہت بڑی اہمیت اور بعد ازاں مطلق العنان حکومت حاصل کرنی چاہیئے۔ جب تم اپنے شیطانی دماغ کے زور سے ایک مطلق العنان اور جابر حکمران بن جاؤ گے تو تمھیں کام کرنے کے لئے بہت سارے میدان مل جائیں گے۔ تمھاری حکمرانی معمولی حکمرانی نہیں ہوگی۔ جو صرف سپاہیوں اور سکے تک محدود ہوتی ہے۔ بلکہ خیالات کی دنیا تمھارے زیرنگیں ہوگی۔ انسانوں کی امیدوں۔ آرزوؤں تمناؤں۔ حوصلوں اور امنگوں کو بنانے بگاڑنے کی تمھیں قوت حاصل ہوگی۔ اور ان کی جان۔ مال عزت آبرو تمھارے ایک اشارے پر موقوف رہے گی۔ تم مطلق العنان حکمران ہوگے۔ اور تمھاری مطلق العنانی کی کوئی حدوپایاں نہ ہوگی۔ تمھاری رائے اور خیال سے اختلاف کے معنی موت اور ہلاکت ہوں گے۔ تم اپنی ابرو کے ایک اشارے ہزارہا تنومند اور تندرست اور نوجوان انسانوں کو آن کی آن میں فنا کے گھاٹ اتار سکو گے تمھارے دماغ کے اندر وہ قوت اور طاقت ہوگی کہ انسان مبہوت اور حیران رہ جائے گا۔ اور تمھارے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کرتا رہے گا۔

تم جب کسی مہذب یا آباد ملک میں سکونت اختیار کرلو۔ تو اپنا کام وطن پرستی کی تبلیغ سے شروع کرو۔ اس میں تمھیں پہلے پہلے بڑی دقتیں اور مشکلات پیش آئیں گی۔ مگر تمھارے دماغ کی قوتیں اس بلا کی ہوں گی کہ تم ساری مشکلات پر غالب آجاؤ گے۔

بھولے بھالے انسانوں کے گروہ کے گروہ تمھارے فدائی بن جائیں گے۔
جب لکھو کھا انسان تمھارے زمرۂ معتقدین میں شامل ہو جائیں۔ تو پھر تمھیں بڑی آسانی سے تخت و تاج حاصل ہو جائے گا۔ حکمران بنتے ہی پہلا کام یہ کرو کہ اپنے پایۂ تخت میں ایک بہت بڑا فولادی بت بنواؤ۔ اس بت کے تیار کرانے میں دنیا جہان کے مجسمہ سازوں اور علم الاصنام کے ماہرین سے کام لو۔ اور کوشش کرو کہ یہ بت ایسا خوفناک اور مہیب تیار ہو کہ اس کو دیکھ کر انسان کا پتہ پانی ہو جائے۔ اور وہ ہیبت زدہ ہو کر اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ بت سیاہ فولاد کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ فولاد میری حکومت کی علامت ہے۔ اور میری حکمرانی میں اسی کا سکہ چلتا ہے۔ اس بت کی آنکھیں انگاروں کی سی ہوں۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ایک بہت بڑا تیغہ دو۔ اور بائیں ہاتھ میں ایک کٹا ہوا انسانی سر پکڑا دو۔ جس سے خون کی بڑی بڑی بوندیں ٹپک رہی ہوں۔ اس بت کی پیشانی پر خونیں حروف میں "ہمارا دشمن" تحریر فرماؤ۔ اس بت کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا ہار لٹکاؤ۔ جس میں دس بیس کھوپڑیاں ضرور موجود ہوں۔ اور ان میں سے ہر کھوپڑی پر اپنے کسی ہمسایہ ملک کا نام بخط جلی لکھو۔ جب یہ بت تیار ہو جائے تو اپنے تمام حواریوں اور معتقدوں کو جمع کرو۔ اور ایک بہت بڑے مجمع کے روبرو اس بت کی رسم بے نقابی تم خود انجام دو۔ اس موقع پر تم بڑی زوردار تقریر کرو۔ اور کہو کہ یہ عظیم الشان بت ہمارا وطن ہے۔ جو شخص اس کی پرستش نہ کرے گا

وہ ہمارا دشمن ہے۔ اور اس کا وہی انجام ہوگا جو اس کٹے ہوئے سر کا نظر آرہا ہے
جو کہ اس بُت کے بائیں ہاتھ میں ہے۔ اور اس ہار میں جو بُت کے گلے میں موجود ہے
اُن تمام ہمسایہ ممالک کی کھوپڑیاں ہیں جو ہمارے پیارے وطن کے دشمن ہیں۔
اور اس بُت کے دائیں ہاتھ میں جو زبردست تیغہ ہے۔ وہ ہمارے وطن عزیز
کی جنگی تیاریوں کو ظاہر کرتا ہے یقین ہے کہ بہت جلد یہ ہمارا وطن اپنے خوفناک
تیغہ سے تمام ممالک کو تہس نہس کر دے گا۔ اور سب کو اپنے زیرنگیں کر کے دم
لے گا۔ پس اس وطن کی پرستش کرو جو تم کو حضیض پستی سے اُٹھا کر بام رفعت پر پہنچائیگا۔
اور تم کو بہت جلد دنیا کی سب اقوام سے زیادہ سربلند اور ممتاز کرے گا۔
تمھاری یہ زبردست اور فصیح و بلیغ تقریر سُن کر لکھوکھا انسان مست ہو جائینگے
اور تالیاں بجاتے ہوئے اس بُت کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔
جب یہ اہم کام انجام دے لو۔ تو سلطنت کے دیگر اُمور کی طرف توجہ کرو۔
میں نے انسان کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے اپنے لکھوکھا کارندوں کو روانہ
کیا ہے۔ تم اُن پر بڑی نگرانی رکھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن سے لغزش ہو جائے۔ اور
ہمارے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ خاص طور پہ یہ دیکھتے رہو کہ یہ کارپرداز
انسان کے بچوں میں قومی خصوصیات پیدا کر رہے ہیں یا نہیں؟ قومی خصوصیات
کی نشو و نما کے بغیر ہمیں اپنے مقصد عظیم میں ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔ ان خصوصیات
کو پیدا کرنے کی تم بھی حتی الامکان کوشش کرو۔ یہی وہ چیز ہے جس سے ایک انسان

دوسرے اِنسان سے اِتنا مختلف ہو جائے گا جتنا کہ سمندر کے جانور خشکی کے جانوروں سے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں فلسفیوں پر خاص نظر رکھو فلسفیانہ خیالات دُنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ اِن خیالات کی اہمیت سے تمھیں ایک لمحہ بھی غافل نہ رہنا چاہیئے۔ ورنہ ہماری مشکلات بہت بڑھ جائیں گی۔ جب تم دیکھو کہ کوئی فلسفی ایسی باتیں کہتا ہے جو ہمارے مقاصد اور مفاد کے مغائر ہیں تو اُسے فوراً گولی مار دو اور اُس کا سارا کتب خانہ جلا دو۔ اور اُس کے خاندان کو جلاوطن کر دو۔ البتہ جو لائق فلسفی ہمارے مقاصد کی تبلیغ کرتے ہوں اور جو ہمیشہ دُور کو سلجھاتے رہتے اور جنھیں کبھی سرا نہ ملتا ہو۔ تو ایسے فلسفیوں کی بہت قدر کرو۔ اُنھیں بڑی بڑی تنخواہیں دو۔ اور اُن کی اس طرح عزت کرو کہ ساری دُنیا تمھاری علم دوستی پر متحیّر ہو جائے۔ اِس سلسلہ میں یہ بھی کوشش کرو کہ کرۂ ارضی میں کسی مقام پر کوئی مندر۔ کوئی مسجد اور کوئی کلیسا باقی نہ رہے۔ اِن سب کو تباہ۔ برباد۔ اور مسمار کر دو۔ اور اِن کا نام ونشان بھی مٹا دو۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ اینٹ اور چونے سے تیار کی ہوئی عمارتوں کو گرا دو۔ نہیں! بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اِن مقامات سے، جن کو اِنسان مقدس سمجھتا اور رکھتا ہے۔ جو خیالات اور تصورات وابستہ ہیں اُن کو فنا کر دو۔ اگر تم ایسا کر دو گے تو اس کے بعد ہو گا یہ کہ اِنسان جب کسی مسجد میں جائے گا تو یہ دیکھے گا کہ اس کو کس بادشاہ نے کس سنہ میں تعمیر فرمایا ہے؛ اور اُس کا فنِ تعمیر آیا ترکمانی ہے، یا ایرانی۔ عربی ہے یا تورانی۔ اِسی طرح مندر میں جا کر

وہ بتوں کو فن کارانہ نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمائے گا۔ اور اندازہ لگائے گا کہ وہ بُت برہمنی دَور سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا بدھ مت کے دَور سے۔ اور جب وہ کسی کلیسا میں داخل ہوگا تو یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ اُس کا فرش اور فرنیچر کس قدر قیمتی اور کس قدر قدیم ہے۔ اور اُس کا طرزِ تعمیر گاتھک ہے یا یُونانی یا رُومی۔ گویا اُس کے نزدیک ان مقدّس مقامات کی اہمیّت عجائب خانوں سے بڑھ کر نہ رہے گی۔ جب انسان اِن سارے مُقدّس مقامات کو اِس نظر سے دیکھیگا کہ یہ پُرانے زمانے کے بیوقوفوں کے تیار کیئے ہوئے عجائب خانے ہیں۔ تو تم ہی خیال کرو' کتنا لُطف آئے گا۔ اور یہ نیم پاگل سُفید پَروں والے فرشتے جو اِدھر اُدھر اُڑتے پھرتے ہیں کیسی سرد آہیں بھریں گے۔ اَور سُنو! میں نے اِنسان کے بچّوں کو تعلیم دینے کے لیئے چند ہزار ماہرینِ فن سائنسدانوں کو بھی رَوانہ کیا ہے۔ انسان کی تباہی اور بربادی میں اِن سائنسدانوں کا بہت بڑا درجہ اور بہت بڑی اہمیّت ہوگی۔ تم ان کو اپنا دستِ راست سمجھو اور اِن کی بڑی قدر و منزلت کرو۔ تم اِن کو اِتنی بڑی بڑی تنخواہیں دو اَیسے اَیسے قیمتی اِنعامات عطا کرو۔ اور اُن کی اِتنی زیادہ حوصلہ افزائی کرو کہ انسان اِن کو تمھارے بعد دُنیا کے سب سے بڑے آدمی تصوّر کرنے لگے۔ اور کرّۂ ارضی کے سارے ادیب اور شاعر بلکہ فلسفی بھی اپنا اَدب۔ اپنی شاعری۔ اور اپنا فلسفہ بھول جائیں۔ اور سائنس کی تعلیم حاصل کرنے لگیں۔ میں نے سائنسدانوں کو بھیجتے وقت اُن سے کہا ہے کہ مَیں سائنس کی ترقی سے بالکل مطمئن نہیں ہوں۔

اور اب تمھارے سامنے بھی یہی کہتا ہوں۔ سائنس میں بہت تیزی سے ترقی ہونی چاہیئے۔ اور بہت جلد ہونی چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کی کافی ترقی کے قبل ہی میری حکمرانی ختم ہو جائے۔ اور میرا کام ادھورا رہ جائے۔ پس تم کو چاہیئے کہ ہزارہا نہیں۔ لکھوکھا نہیں بلکہ کروڑہا روپیہ اُس کی ترقی میں لگا دو۔ اور بڑی عجلت سے سخت زہریلی گیسیں۔ پہاڑوں کو خاکِ سیاہ کرنے والی شعاعیں اور اقسام اقسام کی ایجادات کراؤ۔ اور جو سائنسدان کسی خاص قسم کی مُہلک ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جائے اُسے لکھوکھا روپیہ انعام دو۔ اور اُس کا نام نسلِ انسانی کے محسنین کی فہرست میں سب سے اُوپر لکھواؤ۔

میرے بھائیو! انسان کے بچّوں کو اپنا کھلونا سمجھو۔ اور اُن سے ہمیشہ اس طرح کھیلا کرو جس طرح بلّی چوہے سے کھیلتی ہے۔ اُن کی تعلیم پر لکھوکھا روپیہ صرف کرو۔ اُن کی تربیت اِس طرح کرو کہ وہ بہت تنومند اور صحت ور انسان بن جائیں۔ اور اُن میں قومی خصوصیات انتہائی حد تک پیدا ہو جائیں۔ تم اُن کی پرورش اس دلچسپی اور توجہ کے ساتھ کرو جس دلچسپی اور توجہ کے ساتھ کوئی قسائی اُن بھیڑوں کی کرتا ہے جنھیں چند ماہ بعد وہ ذبح کرنا اور اپنی دولت میں وافر اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ اُن کو ایک عظیم لڑائی کے لئے تیار کرو۔ اور اُن کو یقین دلاؤ کہ اگر تم اِس عظیم لڑائی کے لِئے تیار نہ ہو گے تو بہت جلد فنا ہو جاؤ گے۔ تمھارا اور تمھاری قوم کا نام صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ انسان کے بچّے تمھارے لِئے

قصائی

بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ تمھارے خیالات کی نشر و اشاعت اس عمدگی سے کریں گے کہ تم بھی حیران رہ جاؤ گے۔ چند سال کے بعد جب یہ بچے بڑے ہو جائیں گے تو دنیا میں صرف ایسے لوگ آباد نظر آئیں گے جن کی زندگی کا مقصد اپنے ہمجنسوں کو ہلاک کرنے اور خود بھی ہلاک ہونے کے سوائے اور کچھ نہ ہوگا۔ نہ اُن کے دلوں میں محبت ہوگی نہ رحم ہوگا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اُن کے دل مسرت سے اُتنے ہی خالی ہوں گے جتنا کہ بے پیندے کا گھڑا پانی سے ہوتا ہے۔

میرے عزیز دوستو! اس موقع پر میں تمھارے سامنے اپنا ایک بڑا راز ظاہر کرتا ہوں۔ مجھے مُعاف کرو کہ میں نے اب تک اس کو تم سے بھی پوشیدہ رکھا ہے۔ ہاں وہ راز اتنا عظیم ہے کہ اگر یہ خاص موقع پیدا نہ ہوگیا ہوتا تو میں اب بھی تم سے ہرگز نہ کہتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب اس راز کو ظاہر کر دینے کا وقت آگیا ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ اگر میں اس کو اب بھی چھپائے رکھوں تو تمھیں اپنے عظیم مقصد کی تکمیل میں ضرور مشکلات پیش آئیں گی۔ ذرا غور سے سنو کہ وہ راز کیا ہے؟

عبدالله بن شیطان نے گلا صاف کر کے کہا:۔

جب آدم جنّت سے نکالا گیا ہے اور کرۂ ارضی میں پھینکا گیا ہے۔ تو میں بھی اُس کے پیچھے وہاں چلا گیا اور میں نے بڑی کوشش کی کہ آدم جنّت کی تمام باتوں کو بالکلیہ فراموش کر دے لیکن مجھے اس میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔

آدم نے چند باتوں کو تو فراموش کر دیا مگر پھر بھی اور چند باتیں اُسے یاد رہ گئیں۔ اِس موقع پر مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی تھی جس کا خیال اب بھی جب کبھی مجھے آتا ہے تو بڑی پریشانی اور شرمندگی ہوتی ہے۔ تعجب ہے کہ مجھ سے، جو مُعلّم الملکوت تھا۔ اِتنی عظیم غلطی کس طرح ہو گئی۔ یعنی میں نے صرف یہی کوشش کی کہ آدم اِن باتوں کو فراموش کر دے اور اِس کا مجھے مطلق خیال نہ آیا کہ حوّا کے ذہن سے بھی اِن باتوں کا نکالا جانا نہایت ضروری ہے۔ افسوس ہے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ذرا دیر میں ہوا۔ اگرچہ میں نے اِس کے ساتھ ہی اپنی تمام تر توجہ حوّا پر مرتکز کر دی مگر وقت گزر چکا تھا۔ اور اِس کمبخت حوّا کا حافظہ بڑا زبردست نکلا۔ اُس نے جنّت کی بہت ساری باتیں ہرگز فراموش نہ ہونے دیں۔ اور بعد میں یہ تمام باتیں آدم کو بھی یاد دِلا دیں۔ اگر میں اُس وقت اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہوتا تو اب سے ہزارہا سال پیشتر آدم فنا ہو چکا تھا۔ مگر ایک ذرا سی غلطی نے سارا کام خراب کر دیا جس کا خمیازہ میں اور تم سب آج تک بھگت رہے ہیں۔ جنّت کی ان باتوں میں جن کو میں نے آدم کے ذہن سے۔ اور کچھ دیر بعد۔ حوّا کے ذہن سے نکال دینے کی سخت اور جان توڑ کوشش کی تھی۔ پہلی بات محبّت ہے۔ دوسری رحم۔ تیسری اُمید۔ چوتھی ایمان۔ اِن میں سے چوتھی بات تو کسی نہ کسی حد تک آدم اور حوّا نے فراموش کر دی مگر باقی تینوں باتیں۔ افسوس ہے کہ اُنھیں یاد رہ گئیں۔ اب تمھاری خاص کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ جو کام مجھ سے نہ ہو سکا۔ اُس کو تم سب مِل کر کسی نہ کسی طرح انجام دے لو۔

انسان اگر جنّت کی ان چار باتوں کو فراموش کر دے تو میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ پھر مسّرت اُس کے دل میں کبھی دخل نہ پا سکے گی۔ اور اس سے میرا انتقام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ کام بہت اہم ہے اس لئے میں اس کام کو کس طرح انجام دینا چاہیئے اس کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

آدم کی اولاد نے جنّت کی ان چار باتوں کو یاد رکھ کر۔ اور انہی کی اساس پر چند اخلاقی معیار بنائے ہیں۔ اور ان معیاروں کو وہ ہزار ہا سال سے عزیز رکھتی ہے تمھاری کوشش اس امر پر مُرتکز ہونی چاہیئے کہ یہ سارے اخلاقی معیار اُلٹ جائیں اور ان میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ مثلاً انسان ہزار ہا سال سے گھریلو زندگی کی بہت قدر اور عزّت کرتا رہا ہے۔ کیوں کہ گھریلو زندگی میں اُسے ماں کی محبّت۔ باپ کی شفقت۔ بھائی بہن کا لاڈ پیار۔ بیوی کی اُلفت اور بچّوں کی مسّرت نصیب ہوتی ہے۔ تم اپنی زور دار تقریروں پر شکوہ تحریروں۔ اور سب سے بڑھ کر اپنی زندگی کے نمونوں سے اُس پر ثابت کر دو۔ اور اُس کے دل میں یہ بات خُوب اچھی طرح جما دو کہ گھریلو زندگی کا شائق بہت ہی بے وقوف اور کمزور طبیعت کا انسان ہوتا ہے۔ جس شخص میں خداداد قابلیتیں ہوں۔ اور جو بہت بڑا ذہین اور لائق ہو۔ وہ گھریلو زندگی پر کبھی قانع نہیں رہ سکتا۔ بلکہ وہ شہرت اور ناموری حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس شہرت اور ناموری کے لئے دُور دراز کے مُلکوں میں نکل جاتا ہے۔ بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور دُنیا میں اُس کا نام بقائے دوام حاصل

کر لیتا ہے۔ اور آسمانِ شہرت ستارہ بن کر چمکتا ہے۔ مثالیں دے کر اُسے سمجھاؤ کہ دُنیا میں جتنے افراسیاب جتنے رستم۔ اور جتنے سکندر پیدا ہوئے ہیں سب گھریلو زندگی سے بیزار رہے ہیں۔ اور سبھوں نے نہ کبھی شادی کی ہے۔ نہ بچے پیدا کئے ہیں۔ شادی کرنے سے آدمی صرف ایک عورت کا شوہر بنتا ہے۔ اور اگر شادی نہ کرے تو وہ ہر جوان عورت کا جو دُنیا میں موجود ہو شوہر بن سکتا ہے۔ یا کم از کم بننے کی صلاحیت رکھ سکتا ہے۔ جب تم ایک مرتبہ گھریلو زندگی کی نسبت انسان کے جو تخیلات وابستہ ہیں۔ اُن کو اُلٹ دو اور اُن میں انقلاب پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ تو پھر دیکھو گے کہ انسان کس طرح مسرت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور کس طرح اُس کی زندگی اُس کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہے۔ نہ اُسے ماں کی محبت حاصل ہوگی نہ باپ کی شفقت۔ نہ اُسے بھائی بہن کا لاڈ پیار نصیب ہو گا نہ بیوی کی اُلفت اور بچوں کی مسرت سے تو اُسے کوئی تعلق ہی نہ ہو گا۔ وہ دُنیا میں تنہا رہے گا تنہا ہی مرے گا۔ ہوٹلوں میں کھانا کھائے گا۔ شفاخانوں میں علاج کرائے گا۔ اور کسی مسافر خانے میں شاید خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے گا۔ محبت۔ ہمدردی۔ دوستی۔ اُسے کہیں بھی نصیب نہ ہو گی۔ وہ ہزارہا انسانوں کے درمیان اِس طرح تنہائی محسوس کرے گا کہ جس طرح آدم نے جنت سے پھینکے جانے کے بعد محسوس کی تھی۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ کیوں کہ آدم کے ساتھ تو حوّا بھی تھی۔ مگر اِس ابنِ آدم کے ساتھ کوئی حوّا کی بیٹی بھی

نہ رہے گی ۔ وہ آرزو کرے گا کہ دُنیا میں کسی کو اپنا کہے ۔لیکن اُسے کوئی اپنا نظر نہ آئے گا ۔ وہ اپنی شہرت اور ناموری کے خیال سے خوش ہونا چاہے گا ۔ وہ اپنی عظیم دولت سے مسّرت اندوز ہونا چاہے گا ۔ مگر بے سُود ۔ اُس کی شہرت اور ناموری ایک سراب معلوم ہوگی ۔ اور اُس کی دولت اُسے غیروں کے لئے وقف نظر آئے گی ۔ وہ دیکھے گا کہ جو شہرت اور ناموری اُس نے کسی جامعہ سے بڑی بڑی ڈگریاں لیکر یا چند ضخیم کتابیں تصنیف فرما کر یا کسی بڑے اخبار کا ایڈیٹر بن کر یا میدانِ جنگ میں اپنے دس بیس ہجنسوں کو ہلاک کر کے حاصل کی تھی خود اُس کی زندگی میں حرفِ غلط کی طرح مٹ رہی ہے ۔ اور اب اُسے کوئی پُوچھنے والا بھی نہیں رہا ۔ اسی طرح وہ دیکھے گا کہ اُس کی عظیم دولت اُس کی مسّرتوں میں رمق برابر بھی اضافہ نہیں کرسکتی ہے ۔ وہ لذیذ سے لذیذ غذائیں کھانا چاہے گا ۔ مگر ہاضمہ اُس کا ساتھ نہ دے گا ۔ وہ قیمتی شرابیں پینا چاہے گا ۔ مگر ڈاکٹر اُسے جان کا خوف بتا کر منع کریں گے ۔ وہ جُوا کھیلنا چاہے گا مگر جُوے سے اُسے صرف کوفت نصیب ہوگی ۔ بالآخر تنگ آکر وہ اپنی عظیم دولت کو کسی شفاخانے کی تعمیر کے لئے دے دیگا ۔ اور اتفاق سے بیمار ہوکر جب خود اُس شفاخانے میں علاج کے لئے جائے گا تو وہاں بھی اُسے وہ چیز نہیں ملے گی جس کے لئے اُس کی رُوح بیقرار ہوگی ۔ وہاں اُسے عُمدہ عُمدہ بوتلوں میں قیمتی قیمتی دوائیں نظر آئیں گی خوبصورت خوبصورت نرسیں خدمت گزاری کے لئے موجود رہیں گی ۔ مگر ہمدردی جس کا ہر مریض بے انتہا خواہاں ہوتا ہے ۔ اُسے ہرگز

نہ ملے گی۔ وہ کسی کو اپنا نہ کہہ سکے گا۔ اُسے کوئی اپنا نظر نہ آئے گا۔ وہ محسوس کرے گا کہ اُس کا علاج نہایت با اُصول طریق پر ہو رہا ہے۔ تیمار داری نہایت عمدگی سے کیجا رہی ہے۔ مگر ہمدردی' ہاں ہمدردی۔ اُس کا شفا خانے میں کہاں گزر ہو سکتا ہے۔ وہ مایوس ہو جائے گا۔ اپنی شہرت سے۔ اپنی ناموری سے۔ اپنی عظیم دولت سے اور نرس کی نظر بچا کر زہر کی بوتل اپنے حلق میں اُنڈیل لے گا۔ اور اپنا خاتمہ کر لیگا۔

بڑے بڑے شفا خانوں کے بے وقوف ڈاکٹر خیال کرتے ہیں کہ انسان کی صحت کے لئے باقاعدہ علاج عمدہ تیمار داری تازہ ہوا۔ اور صاف مکان بہت کافی ہیں۔ ان بے وقوفوں کو اس کی کیا خبر کہ صحت کے لئے ہمدردی' اور محبت کی کس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ تم ان احمقوں کو اسی دھوکے میں پڑا رہنے دو۔ کیوں کہ اس سے ہمارے مقصد عظیم کی تکمیل ہوتی ہے۔

کوئی گھر جس میں ماں باپ' بھائی' بہن۔ بیوی بچے۔ اور قریبی عزیز اور رشتہ دار ہوں۔ مجھے ایک ناقابل تسخیر قلعہ کی طرح نظر آتا ہے۔ تم اس کی انتہائی کوشش کرو کہ انسان ایسا قلعہ بنانے کی طرف مائل ہی نہ ہو۔ اس کے لئے تمھیں بہت ساری ترکیبیں کرنی پڑیں گی۔ انسان کو یہ باور کراؤ کہ عموماً ماں باپ جاہل اور بے وقوف اور پرانی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو نہ فن تعلیم سے واقف ہوتے ہیں' نہ فن تیمار داری سے اور نہ کسی اور شریف فن سے۔ اس لئے حکومت کا فریضہ ہے کہ بچوں کو خاص اپنی نگرانی میں رکھے۔ اور انھیں اپنی اولاد تصور کرے۔

اس طرح سے بچے بڑی عمدگی سے تعلیم پائیں گے۔ اور جب وہ بیمار ہوں گے تو اُن کا علاج اور اُن کی تیمار داری نہایت باقاعدہ طور پر ہوا کرے گی۔ اس لئے ہر عقلمند ماں اور ہر دانشمند باپ کا فریضہ ہے کہ اپنی عزیز اولاد کو اُس کی بھلائی کی خاطر حکومت کے حوالے کر دے۔ اور خود آزادی سے زندگی کے مزے اُڑائے۔ انسان پہلے پہلے تمھاری اس اَنوکھی ترکیب کو پسند نہ کرے گا۔ اور کسی طرح اپنی اولاد کو اپنے سے جدا کرنے پر راضی نہ ہوگا لیکن تمھارے اختیارات بے پایاں ہوں گے۔ تم ایسے قواعد وضوابط اور ایسے قوانین نافذ کرا دو کہ انسان مجبور ہو جائے۔ اور اپنی اولاد کو تمھارے حوالے کر دو۔ اگر بالفرض اُس نے باوجود تمھارے قوانین کے اپنی اولاد کو تمھارے حوالے نہ کیا تو تم اُس کو بڑی سخت سزائیں دو۔ اور اپنی زوردار تقریروں اور اپنی پُرشکوہ تحریروں سے اُس کا خوب مضحکہ اڑاؤ اور دُنیا پر ثابت کر دو کہ ابھی یہاں جہالت کا دَور دَورہ ہے۔ اور جب تک قوت سے کام نہ لیا جائے جہالت دُور نہیں ہوسکتی۔ تمھاری ان تقریروں کو سُن کر اور تمھاری ان تحریروں کو پڑھ کر تمھارے بے وقوف فدائی اور احمق معتقدین وجد میں آجائیں گے۔ اور اُن کی تائید میں لاکھوں تقریریں کریں گے۔ اور لاکھوں کتابیں تصنیف فرمائیں گے اور کوشش کریں گے کہ انسان اپنے سب سے عزیز فطری حق یعنی اپنے بچوں کی آپ پرورش کرنے کے حق سے بالکلیہ محروم ہو جائے۔ اس کے نتائج بڑے شاندار برآمد ہوں گے۔ وہ تمام عظیم الشان رہائشگاہیں جو تم بچوں کے لئے تعمیر کراؤ گے۔

آباد ہو جائیں گی۔ اور وہاں ہزار ہا بچے خاص تمہارے اور تمھارے کارندوں کے زیر نگرانی پرورش پائیں گے۔ یہ خوش نصیب بچے ایک ہی قسم کے جھولوں میں جھولینگے اور ایک ہی طریقے سے دودھ پیا کریں گے۔ جب یہ روئیں گے تو ہر وقت ایک نئی دایہ آکر اُن کو سمجھائے گی۔ اور بڑے مزے کی لوریاں سنائے گی۔ اُن میں کا ہر بچہ دیکھیگا کہ اُسکا نہ تو کوئی خاص جھولا ہے نہ کوئی کھلونا ہے۔ اور نہ کوئی دایہ ہے۔ جس جھولے میں وہ آج سو رہا تھا۔ وہ کل بدل جائے گا۔ جس کھلونے سے وہ صبح میں کھیل رہا تھا۔ شام کے وقت وہ کسی دوسرے بچے کے ہاتھ میں نظر آئے گا۔ جو دایہ اُسے ابھی تھوڑی دیر پہلے بڑی مہربانی سے تھپک رہی تھی۔ وہ اب ایک اور بچے کو اُسی طرح مہربانی سے تھپک رہی ہوگی۔ اُسے کسی چیز سے کوئی دلچسپی یا تعلق نہ پیدا ہوگا۔ اور اُسے دایہ کی محبت اور شفقت نامعلوم طور پر پہلے درجہ کی منافقت نظر آئے گی۔ اگر کوئی بچہ کسی دایہ سے بہت مانوس ہو جائے۔ تو چند روز کے بعد وہ دیکھے گا کہ اُس خاص دایہ نے وہاں کا آنا جانا بند کر دیا ہے۔ وہ اُس کے لئے بہت رونے گا بہت اُودھم مچائے گا۔ مگر وہ دایہ پھر کبھی اُسے نظر نہ آئے گی۔ کیونکہ اُس رہائش گاہ کے افسرِ اعلیٰ نے جسے بڑے اختیارات حاصل ہوں گے اُس دایہ کو کسی وجہ سے ناراض ہوکر برطرف کر دیا ہوگا۔ اور اب وہ دایہ گری کا پیشہ چھوڑ کر کسی فلم کمپنی میں ایکٹرس بن چکی ہوگی۔

بچوں کی اُن رہائش گاہوں سے تم علم و فن کی ترقی کے لئے بہت سے

کام لے سکو گے۔ یہ رہائش گاہیں فنِ طب اور فنِ نفسیات کے ماہرین کے لئے بڑے عمدہ دار التجربے بن جائیں گی۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہاں تشریف لائیں گے اور بچّوں کو اقسام اقسام کے انجکشنز دیں گے۔ تاکہ یہ معلوم کریں کہ انجکشنز کے اثرات مختلف طبائع کے بچّوں پر کیا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے فن کی خاطر ان بچّوں کے غدود نکال کر اُن کے بجائے قسم قسم کے جانوروں کے غدود لگائیں گے۔ اور اپنے تجربات اور مشاہدات کو اپنی نوٹ بکوں میں تفصیل کے ساتھ درج فرمائیں گے۔ بہت سارے بچّے ان تجربات کے دوران میں ہلاک ہو جائیں گے۔ اور انسان شور وغل مچائے گا کہ یہ کیا اندھیر ہے تم اُسوقت ایک زبردست پمفلٹ شائع کرو اور اس کے ذریعہ دُنیا پر یہ ثابت کرو کہ فنِ طب کی ترقی بغیر ایسے تجربات کے ممکن نہیں۔ اور اس شریف فن کی ترقی کے لئے اگر چند جانیں ضائع بھی ہوں تو اُس کا افسوس نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بالآخر اس کی ترقی سے ہزارہا جانیں بچ جائیں گی۔ اور ہزارہا مریضوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ تمھارا یہ خالص شیطانی استدلال تمھارے فدائیوں اور معتقدوں کو کافی تشفی بخش نظر آئے گا۔ اور وہ تمہاری تائید میں حسبِ عادت لکھو کھا پمفلٹ شائع کریں گے۔ اسی طرح نفسیات کے ماہرین بھی بکثرت یہاں آئیں گے۔ اور بچّوں پر مختلف تجربات فرمائیں گے۔ وہ بچّوں کو کبھی تو حد سے زیادہ خوف زدہ کریں گے۔ اور دیکھیں گے کہ مختلف طبائع کے بچّوں پر اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں۔ اور کبھی تو اُن کو بیحد غصہ دلائیں گے۔ اور اپنی نوٹ بکوں میں اپنے سارے عظیم تجربات قلم بند فرمائینگے

اِس طرح سے اگر تم اِنسان کے بچوں کی پرورش اور غور و پرداخت کرو گے تو پھر ہمارے مقصدِ عظیم کی تکمیل میں کوئی اَمر مانع نہیں رہے گا۔ کاش! تم اَیسا کر سکو۔ اور ایسا کرنے میں پُوری طرح کامیاب ہو جاؤ۔ یقین مانو کہ جو بچے اِس طرح پرورش پائیں گے۔ وہ کہنے کو تو اِنسان کے بچے کہلائیں گے۔ مگر وہ مجھ سے اِس قدر مشابہ ہوں گے۔ کہ میں اُنھیں اپنی اَولاد کہہ سکونگا۔ اُن کے دِلوں میں نہ محبّت ہوگی۔ نہ رحم۔ نہ اُمید۔ نہ ایمان یہ بچے جب بڑے ہوں گے۔ اور سائنس کی مہلک اور ہولناک اِیجادات اُن کے ہاتھوں میں آئیں گی۔ تو اُس وقت تم خود اندازہ کرو کہ اِنسان کی تباہی اور بربادی کس قدر یقینی ہوگی! پس میں چاہتا ہوں کہ تم کرۂ ارضی میں کم از کم آٹھ دس اَیسی رہائش گاہیں ضرور قائم کردو۔ کام اگرچہ بہت مشکل ہے۔ مگر تم کو اُس کے لئے جان توڑ کوشش کرنی ہی چاہیئے۔ اگر تم اِس میں کامیاب ہو جاؤ تو مجھے اِطمینان ہو جائے گا۔ کہ اب ہمارا مقصد یقیناً حاصل ہو کر رہے گا۔

اِنسان کی گھریلو زندگی کو تباہ اور برباد کرنا ہمارے مقصد کی تکمیل کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اِس اہم مسئلہ کی نسبت جب تم کرۂ ارضی میں جاؤ، تو ہمیشہ غور کرتے رہو اور اپنے دماغوں سے کام لے کر طرح طرح کی ترکیبیں نکالو مسئلہ چونکہ بہت اُہم ہے۔ اور ہماری کامیابی کا زیادہ تر انحصار اِسی پر ہے۔ اِس لئے مجھے اجازت دو کہ اِس خصوص میں ایک خاص ترکیب تم کو سمجھا دوں

اِنسان کا گھر جس محور پر گھومتا ہے وہ عورت ہے۔ تم اِس محور کو بدل دینے کی

خاص کوشش کرو ۔ عورتوں میں آزادی کا جذبہ پیدا کرو ۔ اور اپنے فدائیوں اور معتقدین کے ذریعہ انھیں باور کراؤ اور یقین دلاؤ کہ مرد نے ہزارہا سال سے عورت پر بے انتہا مظالم کئے ہیں ۔ اور اس کے تمام جائز حقوق کو اپنے زور و قوت کی بناء پر بالکلیہ غصب کر لیا ہے ۔ جب تک عورت بزورِ شمشیر مرد سے اُن حقوق کو حاصل نہ کر لے اُسے مرد کوئی حق ہرگز نہ دے گا ۔ لہٰذا عورت کو چاہیئے کہ مرد کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑی ہو جائے ۔ اور اُس سے تمام حقوق حاصل کر کے رہے ۔ ورنہ مرد اُس کو ہمیشہ لونڈی بنائے رکھیگا ۔ اور اُس کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرے گا ۔ اپنے کارندوں سے کہو کہ مثالیں دے کر عورتوں کو سمجھائیں کہ کس طرح فلاں راجہ نے دو ہزار شادیاں کیں ۔ اور اُس کے مرنے کے بعد مردوں کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ان دو ہزار ناکردہ گناہ معصوم عورتوں کو ستی ہو جانا پڑا ۔ اور کس طرح فلاں سلطان نے ذرا سے شبہ کی بناء پر اپنی چوالیس محبوب حرموں کو زندہ دفن کرا دیا ۔ ان کارندوں کو تاکید کرو کہ اس موقع پر عورتوں کو یہ نہ بتلائیں کہ وہ راجہ ۔ وہ سلطان ۔ وہ خدا کے بے پناہ سائے درحقیقت کتنے بے رحم اور کتنے ظالم تھے ۔ اور اُنہوں نے عورتوں ہی پر ظلم نہیں کیا تھا ۔ بلکہ ہزارہا مردوں کے سر بھی اپنے تفریح طبع کے لئے قلم کرا دیئے تھے ۔ بہر حال تم پوری کوشش کرو کہ عورتوں کے دلوں میں مردوں کی طرف سے سخت نفرت اور عداوت پیدا ہو جائے ۔ اور انتقام کی آگ اُن کے سینوں میں بھڑکنے لگے ۔

اس کے نتائج بہت عمدہ برآمد ہوں گے ۔ عورتیں تقریریں کریں گی ۔ کتابیں تصنیف فرمائیں گی ۔ اور بالآخر شہروں کو آگ سے جلائیں گی ۔ جب ان باتوں سے بھی اُنھیں کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ تو ترکِ موالات پر کمربستہ ہوں گی ۔ اب مرد کو اُن کے سامنے سپر ڈالنی ہی پڑے گی ۔ اور وہ طوعاً و کرہاً ان کو بہت سارے حقوق دیدیگا ۔ دُنیا میں عورت اور مرد کی مساوات کے قوانین نافذ ہو جائیں گے ۔ اور عورتیں مرد کے دوش بدوش ہر میدان میں گھوڑے دوڑائیں گی ۔ بیوی اپنے شوہر سے ارشاد کرے گی کہ جناب جس طرح میں بچوں کی ماں ہوں اُسی طرح آپ بچوں کے باپ ہیں پس ہم دونوں کو مساوی طور پر بچوں کی خدمت گذاری کرنی چاہیئے ۔ اس میں شک نہیں کہ فطری کمزوری کے باعث آپ میری طرح بچوں کو دودھ نہیں پلا سکتے ۔ مگر ان کے مُنہ تو دُھلا سکتے ہیں ۔ ان کو لوریاں تو دے سکتے ہیں ۔ اور اُنھیں روتے وقت منا سمجھا تو سکتے ہیں ۔ پس آئندہ سے میں بچوں کو دودھ پلا دیا کروں گی ۔ اور اُن کے مُنہ دُھلانا ۔ اُن کو لوریاں دینا اور اُنھیں منانا سمجھانا آپ کا کام ہوگا ۔ اور رہی سرکاری یا خانگی ملازمت ۔ تو جیسے آپ ملازم ہیں ویسے بندی بھی تو ہے ۔ شوہر یہ سُن کر بہت پریشان ہوگا ۔ اور کچھ دِنوں تک بچوں کی خدمت گزاری میں مصروف رہے گا ۔ مگر یہ کام جو اُس کی فطرت کے خلاف ہے اُس سے زیادہ دِنوں تک نہ ہو سکے گا ۔ وہ غور کرے گا کہ اِس مصیبت سے کِس طرح چھٹکارا حاصل کرے ۔ اِسے تمھاری عظیم الشان رہائش گاہوں کا خیال آئے گا ۔ وہ اپنی بیوی سے کہے گا ۔ "جانِ من!

یہ بچے میرے اور تمھارے مشاغل میں بہت حارج ہوتے ہیں۔ اگرچہ تم اُن کی طرف زیادہ توجہ نہیں کررہی ہو مگر دودھ پلانے سے سارے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ماں بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ اِس لئے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اِن عزیز بچوں کو سرکاری رہائشگاہ میں داخل کرادیا جائے۔ اِس سے ایک تو ہماری روشن خیالی کے ڈنکے بج جائیں گے۔ اور دوسرے' ہم بچوں کی پرورش میں جو زحمتیں ہوتی ہیں اُن سے بھی نجات پاجائینگے۔ اور آج کل اُن رہائش گاہوں کا اِنتظام بھی بہت اعلیٰ پیمانے پر ہورہا ہے۔ بچوّں کے لئے ایسے خوبصورت جھولے' اور ایسے عمدہ کھلونے مہیا کئے جاتے ہیں۔ اور ایسی ہمدرد انّائیں رکھی جاتی ہیں کہ واہ وا۔ اور اِن بچوّں کے عِلاج کے لئے ملک کے بڑے بڑے صدہا ماہرینِ فن ڈاکٹر بھی تشریف ارزانی فرمایا کرتے ہیں۔ کہو تُمھارا کیا خیال ہے؟ میری تو رائے یہ ہے کہ کل ہی سب بچوّں کو رہائش گاہ میں شریک کرادیا جائے۔" یہ سُن کر ماں کی ماتا جوش میں آئے گی۔ اور وہ کہے گی۔ "نہیں۔ نہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ چُولھے میں جائیں وہ جھولے۔ بھاڑ میں جائیں وہ کھلونے۔ اور وہاں کی انّائیں ــــ اے توبہ۔ جب چاہے وہ اپنا پیشہ بدل لیتی ہیں۔ آج وہ دایہ گری کرتی ہیں۔ اور کل اگر موقع مِل جائے تو کسی فلم کمپنی میں نوکر ہوجاتی ہیں ــــ اور کیا میں اپنے بچوّں کو وہاں شریک کراکے اپنے گھر کو ویران کردوں۔" اَب شوہر موقع غنیمت جانیگا۔ اور کہیگا" تو تم ہی اِن بچوّں کی پرورش کیا کرو۔ یہ کام تو میرے بس کا نہیں۔" چند روز گزر جائیں گے۔ بیوی دیکھے گی کہ اُس کا شوہر بچوں

کی طرف زیادہ توجہ نہیں کر رہا ہے۔ اور بہت سارا کام اُسے خود انجام دینا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے اُس کی شہرت اور عزت اور ناموری کے تمام مواقع برباد جا رہے ہیں۔ اب وہ سوسائٹی سے رفتہ رفتہ دُور ہوتی جا رہی ہے۔ اور اُس کی سہیلیاں اور دوست احباب اُسے "بچوں والی مرغی" کے دلکش نام سے پکارنے لگے ہیں۔ تو وہ پھر اپنے دل میں غور کرے گی کہ شوہر کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کرنے میں آخر حرج ہی کیا ہے۔ بچے اگر رہائش گاہ میں رہیں گے، تو بڑے ہو کر بہت لائق اور بہت تنومند اور بڑے حوصلہ مند ہو جائیں گے۔ اور اُن سے ملک اور قوم کے لئے بڑے بڑے کارنمایاں انجام پائیں گے۔ مناسب تو یہی ہے کہ بچوں کو رہائش گاہ میں شریک کر دیا جائے۔ اور دل بہلانے کی تو ہزار ہا ترکیبیں نکل ہی آئیں گی۔ چنانچہ وہ شوہر سے کہے گی کہ بچوں کو لے جا کر رہائش گاہ میں داخل کرا دے۔ شوہر یہ سُن کر مبہوت رہ جائے گا۔ وہ دل میں کہے گا۔ کیا محبتِ مادری اسی کا نام ہے؟ کیا کوئی عورت اتنی بیدرد بھی ہو سکتی ہے کہ خود ہی اپنے بچوں کو۔ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنے سے علیحدہ کر دے۔ اور غیروں کے حوالے کر دے؟ جو عورت بچوں کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتی ہے۔ اُسے شوہر کی کیا پروا ہو گی؟ چند روز کے بعد دُنیا دیکھے گی۔ کہ باپ اپنے بچوں کو رہائش گاہ میں شریک کرا رہا ہے۔ اس کے چند روز بعد دُنیا دیکھے گی کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟ شوہر اپنی دلچسپی کے اور مشاغل نکال لے گا۔ اور بیوی کچھ اور قسم کے مشاغل نکال لیگی۔

رہائش گاہ میں جو بچّے پڑے ہوئے ہوں گے۔ اُن سے نہ ماں کو دلچسپی رہے گی نہ باپ کو۔ اِس طرح انسان کا گھر۔ ہاں وہ قلعہ جو مجھے ہمیشہ ناقابلِ تسخیر نظر آیا کرتا ہے فنا ہوگا۔ مسمار ہوگا۔ برباد ہوگا۔ اور میری دلی آرزو بر آئے گی۔

میرے عزیز دوستو! مجھے معاف کرو کہ میں تمہارا قیمتی وقت بہت بُری طرح ضائع کر رہا ہوں۔ مگر کیا کروں ؟ انسان کے گھر کو تباہ اور برباد کرنے کی خواہش میرے دل میں اتنی تیز اور زبردست ہے کہ اِس بحث سے سرسری طور پر گزر جانا میرے لئے ناممکن تھا۔ خیر تاہم اِس سے ایک فائدہ تو ضرور ہُوا ہوگا۔ کہ تُم پر میرا نقطۂ نظر اچھّی طرح واضح ہوگیا ہوگا۔ اب میں زیادہ تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ صرف چند ضروری مشوروں پر اکتفا کرتا ہوں۔

بھائیو! تمھاری ساری کوششیں اِس امر پر مُرتکز ہونی چاہئیں کہ انسان کے تمام اخلاقی معیار اُلٹ جائیں اور اُن میں زبردست انقلاب پیدا ہو جائے وہ محبّت کو دماغ کا خلل۔ رحمدلی کو کمزوری۔ اُمید کو حماقت اور ایمان کو جہالت تصوّر کرنے لگے۔ اِن اساسی صفات کے غائب ہونے کے ساتھ ہی اُس کے اور تمام صفات، مثلاً دوستی۔ مُروّت۔ شرم۔ حیا۔ انصاف۔ نیکی۔ پاکیزگی۔ بالکلیہ فنا ہو جائیں گے۔ اور وہ بظاہر تو انسان نظر آئے گا لیکن دراصل میرے ازلی دُشمن آدم سے اُس کا کوئی تعلق نہ رہے گا۔ چند سال کے بعد تُم اُس سے جو کام چاہو گے۔ لے سکو گے۔ وہ بڑی بڑی آبادیوں پر ہوائی جہازوں سے بم پھینکے گا۔

وسیع لہلہاتے ہوئے کھیتوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دے گا۔ سمندروں کے نیلگوں اور حیات بخش پانی میں زہر گھول دے گا۔ اور خود اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے گا۔

جب یہ ابن آدم جو تمھاری قائم کی ہوئی رہائش گاہوں میں پل کر بڑا ہوا ہو گا۔ اپنے ساتھ جنگی جہازوں۔ ہوائی جہازوں۔ مشین گنوں اور بموں کو لے کر نکلے گا تو مادرِ گیتی تھرا اُٹھے گی۔ وہ روئے گی۔ چیخے گی۔ چلائیگی۔ اور بال پریشان کرکے اُس کے قدموں پر گر پڑے گی۔ اور اپنی لاتعداد اولاد کی جان بخشی کی درخواست کرے گی۔ مگر یہ مغرور ابنِ آدم اُس کو حقارت سے ٹھکرا دے گا۔ اور آگے بڑھے گا۔ حیات کا سینہ شق ہو جائے گا۔ زندگی کی آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ پہاڑ اپنی سیہ بختی پر واویلا کریں گے۔ صحرائے اعظم خاک میں روپوش ہو جائے گا۔ دریا سیلابِ اشک بہاتے ہوئے چٹانوں سے ٹکرائیں گے۔ مگر اس ابنِ آدم کو کسی چیز کی پروا نہ ہوگی۔ وہ آگے بڑھے گا۔ ہر چیز کو فنا کرتے ہوئے۔ ہر چیز کو تباہ کرتے ہوئے آگے بڑھے گا۔ پرانے زمانے کے بے وقوف سمجھیں گے کہ قیامت آگئی ہے۔ مگر ان کو کیا خبر ہوگی کہ یہ قیامت میرے قدیم دوست اسرافیل کے صُور سے برپا نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ یہ ممنون ہے۔ ابنِ آدم کے جنگی جہازوں، ہوائی جہازوں، مشین گنوں اور بموں کی۔ غرض کہ میرا دلاور ابنِ آدم آگے ہی بڑھتا جائے گا۔ اور حیات کا خاتمہ کرتا ہی جائے گا۔ یہاں تک کہ کرۂ ارضی میں سوائے آگ اور دھوئیں کے کچھ

نہ رہے گا۔ اور بالآخر یہ مردِ میدان دغا خود اسی آگ اور دھویں سے فنا ہو کر میرے مقصدِ عظیم کی تکمیل کرے گا۔ میرا کلیجہ ٹھنڈا کرے گا۔ اور میرے انتقام کی آگ کو جو ہزار ہا سال سے میرے سینہ میں مشتعل ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھا دے گا۔

اوہ! وہ دِن بھی کتنا شاندار ہوگا۔ جب میں اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھوں گا۔ اور خداوندِ قدّوس کو جگا کر عرض کروں گا۔ "اے آقا! اب سونے کا وقت نہیں ہے۔ آدم فنا ہو چکا۔ میں نے اس سے اپنا انتقام لے لیا۔ میں اس پر غالب آچکا ہوں۔ اب مجھے میری سابقہ خدمت عنایت ہو۔" مجھے اپنی سابقہ خدمت مِل جائے گی۔ کیوں کہ خداوندِ قدّوس کو اس کے سوائے کوئی اور چارہ نظر نہ آئیگا کہ مجھے بحال فرما دے۔ اس وقت میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل۔ اور خود حضرت جبرئیل۔ میرے سامنے دست بستہ تشریف لائیں گے۔ میں ان سے کہونگا۔ "کچھ اپنا سبق یاد ہے؟ یا سب بھول گئے؟ بہت دِن ہو چکے ہیں۔ یقین ہے کہ تم نے سارا آموختہ بھلا دیا ہوگا۔ آؤ۔ اب ازسرِ نو بغدادی قاعدہ شروع کرو۔" یہ سنکر یہ سارے بزرگوار جو آج کل حضرات کہلاتے ہیں۔ کتنے شرمندہ ہونگے۔ ہاں کتنے شرمندہ ہونگے۔ بس شرم سے اُن کی آنکھیں نیچے سے اُوپر نہ اُٹھ سکیں گی۔ جلد گردنیں جھکا کر میرے سامنے بیٹھ جائیں گے۔ اور کہیں گے۔ "اُستاد! افسوس ہے کہ ہم نے سب کچھ بھلا دیا۔ بہتر ہے کہ بغدادی قاعدہ شروع کرایا جائے۔" یہ کہتے کہتے شیطان ہنسنے لگا۔ اور بڑے زور سے ہنسنے لگا۔ اتنا ہنسا۔ اتنا ہنسا کہ اُس کے

پیٹ میں بل پڑ گئے۔ بڑی دیر کے بعد اپنی ہنسی پر قابو پا کر وہ خبیث رُوحوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہا:۔

بھائیو! جاؤ۔ کام بہت ہے۔ اور وقت بہت کم ہے۔ ہاں ہاں بہت کام ہے۔ جاؤ دُنیا کے آباد اور مُہذّب مُمالک میں جا کر کام شروع کر دو۔ ہماری کامیابی یقینی ہے۔ بالکل یقینی ہے مُشکلات سے مایُوس نہ ہو یقین رکھو کہ ہر مُشکل موقع پر میں تمھارے دماغوں میں پہنچ جایا کرونگا۔ اور تمھاری مُشکلات کو دُور کرُوں گا۔ اپنے دماغوں کا ایک خانہ میرے لئے ہمیشہ خالی رکھنا۔ جاؤ۔ اپنا کام وطن پرستی کی تبلیغ سے شروع کرو۔ اور سائنس کی ترقی کے لئے کروڑہا روپیہ پانی کی طرح بہادو۔ اور پھر دیکھو کہ انسان کس طرح مسرّتوں سے محرُوم ہوتا ہے۔ اور کس طرح اپنی بے لُطف زندگی کا خُود اپنے ہاتھ سے خاتمہ کرتا ہے۔

یہ سُنتے ہی وہ سات آٹھ خبیث رُوحیں کھڑی ہوگئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسا زبردست زلزلہ آیا کہ حواس غائب ہو گئے۔ اس کے بعد کیا ہُوا کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

تمت

OUP—552—7-7-66—10,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱/ع ۳۲ Accession No. ۱۳۸۵۱

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

کتب خانہ

جامعہ کا [illegible] مجلس انتظامی [illegible] کریگی

جامعہ [illegible] مجلس [illegible] ایک [illegible] داران [illegible]

۱۔ اراکین مجلس [illegible] کتابیں [illegible] کر سکینگے

۲۔ [illegible] ایک [illegible] اور [illegible]

۳۔ [illegible] کتابیں [illegible] سے

اور اراکین [illegible] شدہ [illegible] دو کتابیں [illegible] ال بی [illegible] کر سکینگے

[illegible] کتابیں [illegible] اپنے پاس رکھ سکینگے [illegible] طلبہ کے بحساب

[illegible] کتابیں دو [illegible] کر سکینگے

علیہ پانچ کتابیں [illegible] لیا جائیگا [illegible] سکینگی [illegible]

۴۔ مدت [illegible] کتابیں [illegible] کر جاری کی جا [illegible] داری

ایک [illegible] کتابیں [illegible] کا لانا لازم ہے

۵۔ [illegible] کتاب [illegible] ہو جائیں تو [illegible]

[illegible] کتابیں [illegible] کا نقصان بیاں [illegible]

عائد ہوگی۔

۶۔ کتابوں پر [illegible] کا نشان [illegible]

لگایا جائے۔

۷۔ قلمی نسخے اور [illegible] کی کتابیں

جاری نہ کی جا سکینگی فقط